

8th March 2004

Majlis Khuddam-ul-Ahmadiyya UK

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

I am pleased that Majlis Khuddam-ul-Ahmadiyya UK is publishing a souvenir of the *Tariq* magazine dedicated to the memory of Hadhrat Khalifatul Masih IV رحمہ اللہ تعالیٰ. The Khuddam in the United Kingdom are in particular fortunate beneficiaries of his participation in their activities and his direct guidance and supervision.

We all have a lot to learn from the loveable and loving personality of Hadhrat Khalifatul Masih IV رحمہ اللہ تعالیٰ. The dynamic progress of the Jama'at achieved during his Khilafat was truly amazing. He had a passion for the progress of Islam.

If we truly loved him, we should always continue to make every sacrifice for the advancement of the mission of the Promised Messiah علیہ سلام to which he was wholly committed to enable the entire world to assemble under the banner of the Holy Prophet صلی اللہ علیہ وسلم. May Allah enable us to do that. آمین

والسلام

MIRZA MASROOR AHMAD
Khalifatul Masih V

خصوصی پیغام

سیدنا حضرت امیر المومنین

خلیفۃ المسیح الخامس

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

(انگریزی سے ترجمہ)

۸/مارچ ۲۰۰۴ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے خوشی ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں رسالہ "طارق" کا خصوصی شمارہ شائع کیا جارہا ہے۔

برطانیہ کے خدام خاص طور پر خوش قسمت ہیں کہ مختلف پروگراموں میں آپؒ کی شرکت اور آپؒ کی براہ راست راہنمائی اور نگرانی سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔

ہم سب کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی بہت محبوب اور بے حد محبت کرنے والی شخصیت سے بہت کچھ سیکھنا ہے۔ آپؒ کے دورِ خلافت میں جماعت نے جو عظیم الشان ترقیات حاصل کی ہیں وہ یقیناً بے حد حیران کن ہیں۔ اسلام کی ترقی کے لئے آپؒ کے دل میں ایک خاص جوش وجذبہ تھا۔

اگر ہم آپؒ سے محبت کا دعویٰ کرنے میں سچے ہیں تو ہمیں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقاصد کے حصول میں ہر قسم کی قربانیاں دیتے چلے جانا چاہئے۔ اسی مقصد کے لئے حضورؒ کی ساری زندگی صرف ہوئی ہے کہ ساری دنیا کو آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے اکٹھا کیا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس



MIRZA MASROOR AHMAD
HEAD OF THE AHMADIYYA COMMUNITY
IN ISLAM

مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ کے

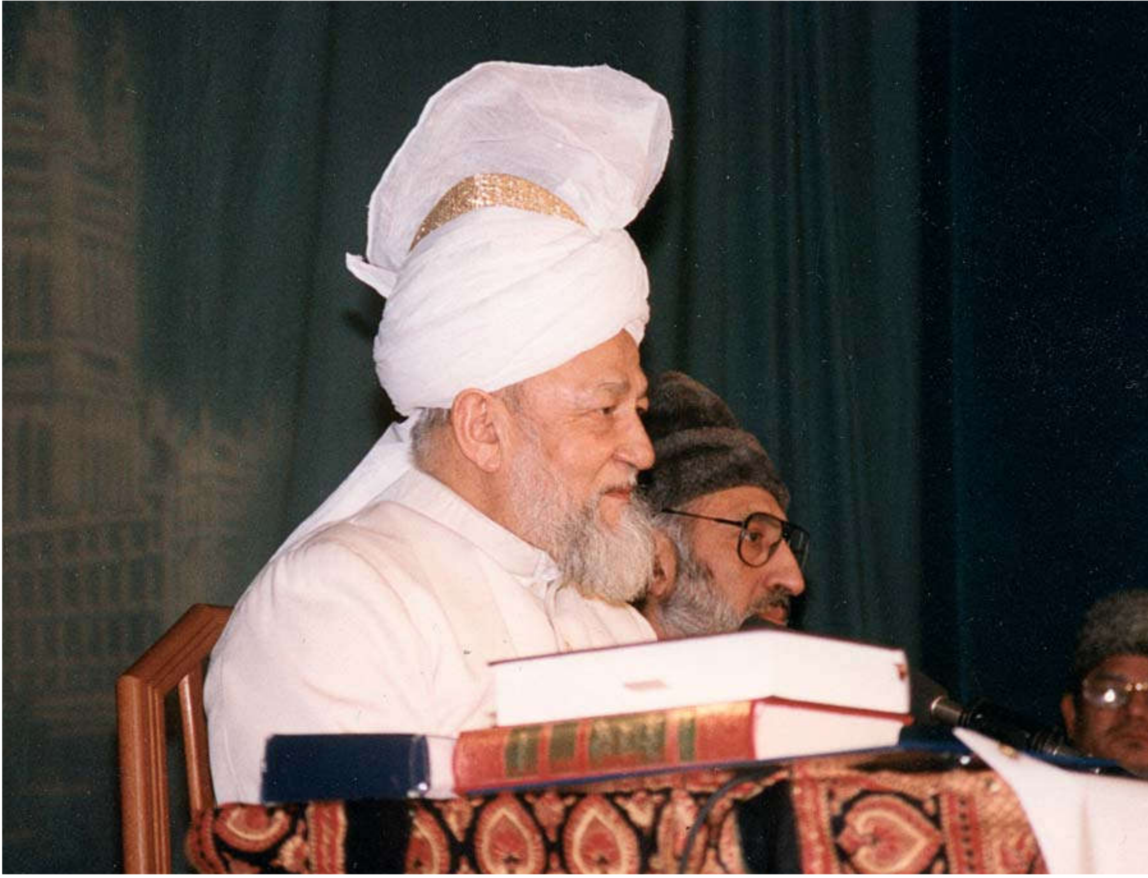
سیدنا طاہر نمبر

میں شامل مضامین کی



ترتیب





اداریہ:

شفیق و محسن آقا اور برطانیہ کے خدام

محمود احمد ملک

برطانیہ کے خدام کی خوش قسمتی ہے کہ انہیں ایک لمبا عرصہ اپنے نہایت ہی محبوب اور واجب الاطاعت امام کی قربت اور براہ راست آپؒ کی شفقتیں سمیٹنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

امر واقعہ یہ ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جب برطانیہ تشریف لائے تھے تو یہاں پر خدام الاحمدیہ کی تنظیم اگرچہ قائم تھی لیکن نہ تو خدام کی تعداد بہت زیادہ تھی اور نہ مجلس کی کارگزاری کچھ ایسی قابل ذکر تھی۔ اکثر خدام کا مسجد سے باقاعدہ رابطہ نہیں تھا اور وہ اس کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتے تھے۔ مجلس خدام الاحمدیہ کے مقاصد اور اس کی روایات سے خدام عموماً ناواقف تھے۔ یہ حضورؒ کی ذات بابرکات ہی تھی جس نے یہاں کے خدام میں ایک نئی روح پھونک دی اور مجلس خدام الاحمدیہ کے کاموں میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ یہ صرف حضورؒ کی قوت قدسیہ ہی تھی کہ برطانیہ کے خدام مسجد فضل لندن کی طرف کھنچے چلے آئے اور اپنے آقا کی محبت کے ایسے اسیر ہوئے کہ قربانیوں کے اعلیٰ معیار پیش کرنے والوں

میں شامل ہونے کے لئے جدوجہد کرنے لگے اور اس طرح ایک خوابیدہ تنظیم میں بسرعت احیاءِ نو کے آثار نظر آنے لگے۔

پس یہ حقیقت ہے کہ محض حضور اقدسؒ کی تشریف آوری کی برکت سے ہی برطانیہ میں خدام کے اجتماعات اپنی عظیم روایات کے ساتھ اور بھرپور جوش و جذبہ سے منعقد ہونے لگے۔ قطعہ زمین "اسلام آباد" کی خرید نے تو مجلس کے پروگراموں کو ایک نئی وسعت عطا کردی۔ حضورؒ کی راہنمائی اور نگرانی کے نتیجہ میں نہ صرف برطانیہ کے خدام کی مجلس شوریٰ، نیشنل اطفال ریلی اور دیگر اہم علمی و تربیتی پروگراموں کا اجراء ہوا بلکہ "میراتھن واک"، "سکواش ٹورنامنٹ"، "کرکٹ ٹورنامنٹ" اور بہت سے دوسرے ورزشی پروگرام بھی جاری ہوئے جن کا اصل مقصد تربیت اور اصلاح تھا۔ نیز احمدی خدام نے ہاکی کی ایک ٹیم بھی تیار کرلی جس نے بین الاقوامی سطح پر کامیابیاں حاصل کرکے احمدیت کا نام روشن کیا۔ حضورؒ کی شفقت کی انتہا یہ بھی تھی کہ اس ٹیم کو "مسلم ٹائیگرز احمدیہ" کا نام رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی تاکہ وہ اس نام کے مخفف یعنی "ایم ٹی اے" کے توسط سے حضورؒ سے اپنی محبت کا اظہار کرسکیں۔

اس کے علاوہ حضورؒ کی تشریف آوری کے نتیجہ میں خدام الاحمدیہ کے یورپین اجتماعات کے انعقاد نے برطانیہ کے خدام کو حسن عمل کے کئی نئے انداز سکھائے۔ آپؒ کی قربت نے ہمیں حقیقی اخلاق کے مفہوم سے روشناس کروایا۔ پھر حضورؒ کی راہنمائی میں ترتیب دیئے جانے والے بہت سے پروگرام اپنی سنجیدگی کے باوجود ایسے دلچسپ ہوا کرتے تھے جن میں ہر خادم ذوق و شوق سے حصہ لیتا۔ "خدام احمدیت" کا ترانہ جب حضورؒ کی موجودگی میں پیش کیا جاتا اور "لوائے خدام الاحمدیہ" حضورؒ کے دست مبارک سے فضا میں لہراتا تو اسلام احمدیت کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کا عزم ایک بار پھر ہر خادم کے دل میں جوش مارنے لگتا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی بھی پروگرام میں خلیفۂ وقت کی موجودگی حاضرین کے لئے ایسی روح پرور ہوتی ہے جو غلامانِ احمدیت کے لئے ناقابل بیان تسکین اور خوشی کے سامان مہیا کرتی ہے۔ چنانچہ خدام کے اجتماعات کی بھی یہی کیفیت ہوا کرتی اور ورزشی مقابلہ جات میں اکثر فائنل میچ حضورؒ کی آمد کے منتظر ہوتے۔ کبڈی اور باسکٹ بال وغیرہ کے نمائشی میچ حضورؒ کی موجودگی میں کروائے جاتے، پیغام رسانی کے نتائج کا اعلان حضورؒ کی موجودگی میں ہوتا اور سارا وقت حضورؒ کے تبسم آمیز برجستہ جملے ہر محفل کو کشت زعفران بنائے رکھتے۔ پروانے اپنی شمع کے گرد جمع رہتے اور تشنہ لب اپنی روحوں کی سیرابی کے لئے ہمہ تن گوش ہوتے۔ حضورؒ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے کے لئے کبھی مجالس عرفان کا انتظام کیا جاتا اور کبھی باربی کیو کا اہتمام۔ جب بھی کسی پروگرام میں شمولیت کے لئے پیارے آقا کی خدمت اقدس میں درخواست کی گئی، ہمیشہ ہی آپؒ کو خدام سے بڑھ کر اپنے خدام کی بہبود کے لئے کوشاں پایا۔ آپؒ نے اپنی روحانی اولاد سے انتہا درجہ کی

محبت کی جس کی گواہی ہر وہ شخص دے گا جس کا سر اطاعت سے آپؒ کے سامنے خم ہوا تو آپؒ نے اپنے دست شفقت سے اُسے اپنی بے پایاں محبتوں کے حصار میں لے لیا۔ یہ حصار ایسا تھا جس سے نکلنے کا تصور بھی محال تھا۔

کتنا پیارا تھا وہ آقا جس نے کھیل کھیل میں ہم خدام کو وہ مقدس روایات سکھا دیں جن سے ہم نا آشنا تھے۔ محبت کے ساتھ ہمارے ہاتھ تھامے اور دنیاوی آلائشوں سے بچاتے ہوئے محبت الٰہی کی طرف جانے والے راستے پر گامزن کرنے کے لئے قدم قدم پر راہنمائی فرمائی۔ ہماری کمزوریوں کی پردہ پوشی کرتے ہوئے ہمہ وقت ہماری اخلاقی اور روحانی ترقیات کے لئے جدوجہد فرماتے چلے گئے۔ ہم میں سے بہت سے ایسے تھے جو اسلام کی ارفع و اعلیٰ تعلیم کی دیگر ادیان پر فوقیت سمجھ نہ سکتے تھے اور مغربی تہذیب سے مرعوب اور احساس کمتری کا شکار تھے، حضورؒ نے نہ صرف اُن کے خوف کو خود اعتمادی میں تبدیل کیا بلکہ انہیں اسلام کے دفاع میں دلائل سے لیس کر کے کامیاب اور باثمر داعی الی اللہ بنا دیا۔ چنانچہ اس معاشرہ کی چمک دمک کو اپنا سب کچھ سمجھنے والے، حضورؒ کی نیم شبینہ دعاؤں اور قوت قدسیہ کی برکت سے، خدا کے دین کی خاطر اپنے اوقات وقف کرنے والے بن گئے۔ بے مصرف ٹیلی وژن کے پروگرام دیکھ کر وقت برباد کرنے والے ''ایم ٹی اے'' کے لئے رضاکارانہ خدمات پیش کرنے کے لئے بے چین نظر آنے لگے۔

الغرض وہ ایک ایسا پاکیزہ اور قوّت قدسیہ کا حامل بابرکت وجود تھا جس نے ہماری بے مصرف زندگیوں کو ہر پہلو سے کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ آپؒ نے اس مقصد کے لئے اپنے ہر آرام اور سکون کو قربان کر دیا اور کبھی اپنی کمزوریٔ صحت کی بھی پرواہ نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ حضورؒ کو بہترین جزا عطا فرمائے اور آپؒ کے نفس مطمئنہ پر ابدالآباد تک بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتا چلا جائے۔ آپ کے عظیم الشان روحانی منصوبوں کے فیض کو جاری رکھے اور ہمیں خلافت احمدیہ کی غلامی میں ترقیات کی منازل عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین

مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ نے کوشش کی ہے کہ اپنے محسن اور محبوب آقاؒ کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے رسالہ ''طارق'' کا یہ خاص نمبر شائع کرے۔ یہ اشاعت محض اظہار کا ایک ذریعہ ہے وگرنہ آپؒ کی یاد ایسی تو نہیں ہے جو کبھی اذہان سے محو ہو گی۔ بے شمار لکھاری ان یادوں کو قلمبند کرنے کی کوشش بھی کرنا چاہیں گے لیکن الفاظ اُن کا ساتھ نہ دے پائیں گے اور بہت سے مقرر اپنے زور خطابت کے باوجود اپنے دلی احساسات کو زباں پر لانے پر قادر نہیں ہو سکیں گے۔ تاہم حضورؒ کی یادیں ہماری زندگیوں کا قیمتی سرمایہ ہیں اور اس دعا کے ساتھ یہ خصوصی شمارہ ہدیۂ قارئین ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں اُن توقعات پر پورا اُترنے والا بنا دے جو حضورؒ اپنے خدام سے رکھتے تھے۔ آمین. اللّٰھم آمین

محمود احمد ملک

یکم رجولائی ۲۰۰۴ء

خدام احمدیت

کلام حَضْرَتْ خَلِیْفَۃُالْمَسِیْحِ الرَّابِع رَحِمَہُ اللّٰہ تَعَالیٰ

ہیں بادہ مست بادہ آشام احمدیت
چلتا ہے دورِ میناؤ جامِ احمدیت
تشنہ لبوں کی خاطر ہر سمت گھومتے ہیں
تھامے ہوئے سبوئے گلفامِ احمدیت
خدام احمدیت، خدام احمدیت

جب دہریت کے دَم سے مسموم تھیں فضائیں
پھوٹی تھیں جابجا جب الحاد کی وَبائیں
تب آیا اِک منادی۔ اور ہر طرف صدا دی
آؤ کہ اِن کی زَد سے اسلام کو بچائیں
زورِ دعا دکھائیں، خدام احمدیت

پھر باغِ مصطفیٰؐ کا دھیان آیا ذُوالمنن کو
سینچا پھر آنسوؤں سے احمدؑ نے اِس چمن کو
آہوں کا تھا بُلاوا پھولوں کی انجمن کو
اور کھینچ لائے نالے مُرغانِ خوش لحن کو
لوٹ آئے پھر وَطن کو، خدام احمدیت

چمکا پھر آسمانِ مشرق پہ نامِ احمدؑ
مغرب میں جگمگایا ماہِ تمامِ احمدؑ
وہم و گماں سے بالا عالی مقامِ احمدؑ
ہم ہیں غلامِ خاکِ پائے غلامِ احمدؑ
مُرغانِ دامِ احمدؑ، خدام احمدیت

ربوہ میں آجکل ہے جاری نظام اپنا
پر قادیاں رہے گا مرکز مدام اپنا
تبلیغ احمدیت دنیا میں کام اپنا
دارُالعمل ہے گویا عالَم تمام اپنا
پوچھو جو نام اپنا، خدام احمدیت

اٹھو کہ ساعت آئی اور وقت جا رہا ہے
پسرِ مسیح دیکھو کب سے جگا رہا ہے
گو دیر بعد آیا از راہِ دُور لیکن
وہ تیز گام آگے بڑھتا ہی جا رہا ہے
تم کو بلا رہا ہے، خدام احمدیت







عظیم الشان وجود...... عظیم الشان سوانح......ایک طائرانہ نظر

(ناصر پاشا)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ زندگی کو بنیادی طور پر دو ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے یعنی خلافت سے قبل اور خلافت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد۔ نہایت اختصار سے ان ادوار کے اہم تاریخی واقعات اور حضورؒ کے کارہائے نمایاں ذیل میں ہدیۂ قارئین ہیں:۔

قبل از خلافت

= 18 دسمبر 1928ء کو سیدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہؓ کے ہاں آپ کی ولادت باسعادت قادیان میں ہوئی۔ جہاں ابتدائی تربیت مقدس والدین اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے بزرگ صحابہؓ کے زیر سایہ ہوئی۔

= 5 مارچ 1944ء کو آپ کی والدہ ماجدہ کی لاہور میں وفات ہوئی۔ ان دنوں آپ میٹرک کا امتحان دے رہے تھے۔ 1944ء میں آپ نے تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ پھر گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف ایس سی کا امتحان پاس کیا اور پھر پرائیویٹ طور پر بی اے کا امتحان پاس کیا۔

= اگست 1947ء میں تقسیم ہند کے وقت آپ نے قادیان میں آنے والے پناہ گزینوں کی خدمت کی اور حفاظت قادیان میں حصہ لیا۔

= 7 دسمبر 1949ء کو آپ نے جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخلہ لیا اور 1953ء میں جامعہ احمدیہ سے شاہد کی ڈگری حاصل کی۔

= 5 اکتوبر 1954ء کو جب آپ مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کے قائد (مہتمم مقامی) تھے تو لاہور میں آنے والے تباہ کن سیلاب کے موقع پر خدام الاحمدیہ کا ایک وفد آپؒ کی قیادت میں لاہور پہنچا۔ اس وفد نے لاہور کے خدام کے ساتھ مل کر 75 مکان نئے سرے سے تعمیر کئے۔ اہل لاہور اور حضرت مصلح موعودؓ نے اس وفد کی خدمات پر خوشی کا اظہار فرمایا۔

= اپریل 1955ء میں حضرت مصلح موعودؓ کے بغرض علاج کئے جانے والے دوسرے سفر یورپ میں آپؒ بھی حضورؓ کے ساتھ لندن گئے اور حضورؓ کی واپسی پر مزید تعلیم کے لئے وہیں ٹھہر گئے۔ 1956ء میں آپؒ نے آئرلینڈ کا سفر کیا۔ 4 اکتوبر 1957ء کو آپ لندن سے واپس ربوہ تشریف لے آئے۔

= 5 دسمبر 1957ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کا نکاح حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ بنت صاحبزادہ مرزا رشید احمد صاحب سے پڑھا۔ 9 دسمبر کو شادی کی مبارک تقریب ہوئی اور 11 دسمبر کو دعوت ولیمہ کا انعقاد ہوا۔

= دسمبر 1957ء میں جب حضرت مصلح موعودؓ نے تحریک وقفِ جدید کا اعلان فرمایا۔ اس کے لئے حضور نے جو ارکان نامزد فرمائے اس میں سب سے اوپر آپؒ کا نام رکھا۔

= 12 دسمبر 1958ء کو آپ کو وقفِ جدید کا ناظم ارشاد مقرر کیا گیا۔

= 14 اکتوبر 1959ء کو آپ خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی عاملہ میں بطور مہتمم مقامی شامل ہوئے۔ نومبر 60ء تا اکتوبر 66ء: آپ نائب صدر رہے۔ نومبر 63ء تا اکتوبر 66ء: مہتمم صحت جسمانی بھی رہے۔ نومبر 66ء تا نومبر 69ء صدر مجلس کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔

= دسمبر 1959ء میں فضل عمر ہومیو پیتھک ریسرچ ایسوسی ایشن کا قیام عمل میں آیا جس کے آپؒ صدر مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے ہومیو پیتھی



کی مفت ادویہ دینے کا سلسلہ شروع کیا۔ جب تک وقفِ جدید میں باقاعدہ ڈسپنسری قائم نہ ہوئی اس وقت تک دواؤں کے تمام اخراجات حضورؒ خود برداشت فرمایا کرتے تھے۔

= دسمبر 1960ء کے جلسہ سالانہ پر آپؒ نے اپنی پہلی تقریر فرمائی جس کا عنوان تھا: ”وقفِ جدید کی اہمیت“۔ اس کے بعد ہر جلسہ سالانہ پر آپ نے تقاریر فرمائیں۔

= 1961ء میں افتاء کمیٹی کے رکن مقرر ہوئے۔

= 11 فروری 1966ء آپ نے ڈھاکہ (بنگلہ دیش) میں مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس اینٹ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے دعا کی تھی۔

= یکم جنوری 1970ء کو بطور ڈائریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن آپؒ کی تقرری ہوئی۔

= دسمبر 1970ء میں پاکستان کے عام انتخابات میں زبردست خدمات سرانجام دیں۔

= دسمبر 1973ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے صد سالہ جوبلی منصوبہ کا اعلان فرمایا تو آپ کو بھی اس کمیٹی کا ایک ممبر مقرر فرمایا۔

= 1974ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی قیادت میں پاکستان کی قومی اسمبلی میں شریک ہونے والے وفد کے بھی رکن تھے۔

= 1975ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ”خیل الرحمان مرکزیہ“ کے نام سے گھوڑوں کی پرورش وغیرہ میں رہنمائی کے سلسلہ میں ایک کمیٹی بنائی جس کا صدر آپؒ کو مقرر فرمایا۔

= یکم جنوری 1979ء کو بطور صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ تقرری ہوئی۔

= 17 تا 23 جنوری 1980ء: حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنی ربوہ سے عدم موجودگی میں آپ کو امیر مقامی مقرر فرمایا۔

= 1980ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپ کو مجلس طلبائے سابق جامعہ احمدیہ کا صدر بھی مقرر فرمایا۔ آپ نے 30 مارچ کو اس کے سالانہ اجلاس کی صدارت فرمائی۔

= 15 تا 17 جولائی 80ء (یکم تا ۳ر رمضان المبارک) آپ نے مسجد مبارک ربوہ میں پہلی دفعہ درس القرآن ارشاد فرمایا۔

= 31 اکتوبر 1980ء کو ہونے والے مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع کے پہلے روز آپ کی نگرانی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تقریر کا انگریزی ترجمہ براہ راست 18 سامعین تک پہنچانے کا کامیاب تجربہ کیا گیا۔

= 1980ء میں احمدیہ آرکیٹیکٹس اینڈ انجینئرز کی ایسوسی ایشن کے





سرپرست کے طور پر آپکی تقرری ہوئی۔

= 1980ء میں احمدیہ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے سرپرست بھی آپ مقرر ہوئے۔ آپؒ کی سرپرستی میں تنظیم کو مرکزیت حاصل ہوئی اور اس کا کام بھی وسعت اختیار کر گیا۔

= خلافت ثالثہ میں آپ ایک لمبا عرصہ نائب افسر جلسہ سالانہ بھی رہے۔

= جون 1982ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی آخری بیماری کے سلسلہ میں آپؒ اسلام آباد (پاکستان) تشریف لے گئے۔

دَورِ خلافت

= 10 جون 1982ء کو بعد نماز ظہر مسجد مبارک ربوہ میں آپ کا انتخاب بطور خلیفۃ المسیح الرابع ہوا۔ پہلے مجلس انتخاب نے بیعت کی اور پھر پہلی عام بیعت ہوئی۔ اس کے بعد حضورؒ نے نماز عصر پڑھائی جس کے بعد بہشتی مقبرہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی نمازہ جنازہ پڑھائی۔

= 11/جون 1982ء کو مسجد اقصیٰ ربوہ میں حضورؒ نے پہلا خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

= 13 جون 1982ء کو حضور کا پہلا تحریری پیغام اخبار الفضل ربوہ میں شائع ہوا جو اہل فلسطین کے لئے دعا کی تحریک پر مشتمل تھا۔

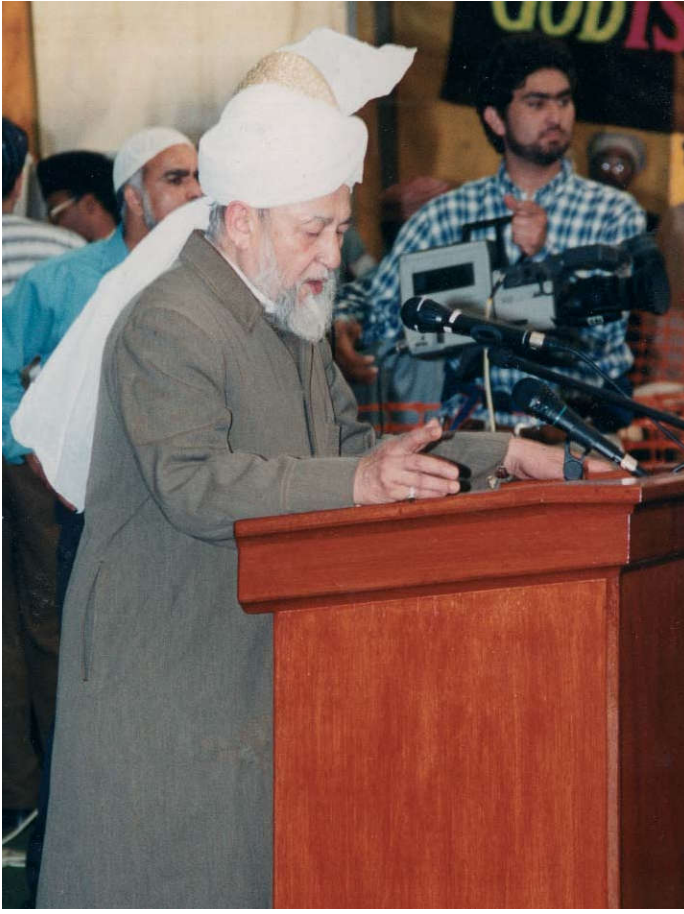
= 23/جون 1982ء کو رمضان المبارک کے آغاز پر حضورؒ نے مسجد مبارک ربوہ میں سورۃ الفاتحہ سے درس قرآن کریم کا آغاز فرمایا اور رمضان کے اختتام پر آخری تین سورتوں کا درس دیا۔ نیز رمضان کے آخری پانچ روز حدیث نبوی کے دروس بھی ارشاد فرمائے۔

= 28 جولائی تا 12/اکتوبر 1982ء حضورؒ نے پہلا سفر یورپ اختیار فرمایا جس کے دوران حضورؒ نے 5/اگست 1982ء کو اسلو ناروے میں بیرون پاکستان پہلی پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا، 10 ستمبر 1982ء کو مسجد بشارت سپین کا افتتاح فرمایا، 5/اکتوبر 1982ء کو جلنگھم مرکز برطانیہ کا افتتاح فرمایا، 7/اکتوبر 1982ء کو کرائیڈن مرکز برطانیہ کا افتتاح فرمایا۔

= 29/اکتوبر 1982ء کو خطبہ جمعہ کے دوران مسجد اقصیٰ میں حضورؒ نے "بیت الحمد سکیم" کا اعلان فرمایا۔ یہ خلافت رابعہ کی پہلی مالی تحریک تھی جس کے ذریعہ مسجد بشارت سپین کے افتتاح کے شکرانے کے طور پر غرباء کے گھر تعمیر کرنے کی تحریک فرمائی۔

= 26 تا 28 دسمبر 1982ء کو ربوہ میں منعقد ہونے والے آپؒ کے دورِ خلافت کے پہلے جلسہ سالانہ میں 2 لاکھ 20 ہزار افراد نے شرکت کی۔ اگلے سال





1983ء میں ہونے والے جلسہ سالانہ میں حاضری پونے تین لاکھ تھی۔ یہ حضورؒ کا ربوہ میں آخری جلسہ سالانہ تھا۔

= 1983ء میں حضورؒ مشرق بعید کے بعض ممالک کے دورہ پر تشریف لے گئے۔ یہ کسی خلیفہ وقت کا ان ممالک کا پہلا دورہ تھا۔ اس کامیاب دورہ کے دوران 9/ستمبر 1983ء کو سنگاپور میں احمدیہ مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا۔ 18/ستمبر 1983ء کو مسجد فضل عمر سوا، فجی کا رسمی افتتاح فرمایا۔ 25/ستمبر 1983ء کو لٹوکا۔ فجی میں احمدیہ مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ 30/ستمبر 1983ء کو مسجد بیت الھدیٰ آسٹریلیا کا سنگ بنیاد رکھا۔ 18/اکتوبر 1983ء کو حضورؒ کے دورِ خلافت میں فجی میں پہلا جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔

= 11/اپریل 1983ء: دارالضیافت کے جدید بلاک کی بالائی منزل کے تعمیری کام کا آغاز۔

= 16/جولائی 1983ء: سرائے محبت ربوہ کی دوسری منزل کا سنگ بنیاد

= 27 جولائی 1983ء: دفتر لوکل انجمن احمدیہ ربوہ کا افتتاح۔

= 21/اگست 1983ء: دار لقضاء ربوہ کا سنگِ بنیاد۔

= 15/مارچ 1984ء: گلشن احمد نرسری کا افتتاح۔

= 26/اپریل 1984ء کو پاکستان کے صدر ضیاء الحق نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا۔ 27/اپریل کی شام بعد نماز مغرب اور 28/اپریل کو نماز عشاء کے بعد مسجد مبارک ربوہ میں حضورؒ نے احباب جماعت سے خطاب فرمایا۔ 29/اپریل کو حضور علی الصبح ربوہ سے کراچی روانہ ہوئے اور 30/اپریل کو پہلے ایمسٹرڈم اور پھر لندن پہنچے۔

= 25، 26/اگست 1984ء کو جلسہ سالانہ برطانیہ منعقد ہوا جس میں حضورؒ نے اختتامی خطاب فرمایا۔ حاضری تین ہزار تھی۔ 1985ء میں حضورؒ کی موجودگی کے باعث یہ جلسہ مرکزی رنگ اختیار کر گیا اور حاضری 7ہزار ہو گئی۔

= 1991ء میں صد سالہ جلسہ کے موقع پر حضورؒ قادیان تشریف لے گئے۔ اس جلسہ کی حاضری 25 ہزار تھی۔ خلافت رابعہ میں قادیان کے پہلے جلسہ منعقدہ 1982ء کی حاضری 3760 اور آخری جلسہ منعقدہ 2002ء کی حاضری 50ہزار تھی۔

= 2002ء میں جلسہ سالانہ برطانیہ حضورؒ کی زندگی کا آخری مرکزی جلسہ سالانہ تھا جس میں حضورؒ نے شمولیت فرمائی۔ اس کی حاضری 19,400 تھی۔ 2001ء میں مرکزی جلسہ جرمنی میں منعقد ہوا جس کی حاضری 48190 تھی۔

= 1982ء میں خلافت رابعہ کے آغاز کے وقت جماعت 80 ممالک میں قائم تھی۔ 1984ء میں حضور کی ہجرت کے وقت جماعت 91 ممالک میں قائم ہو



چکی تھی اور 2003ء میں حضور کی وفات کے وقت جماعت 175 ملکوں میں مضبوطی سے قدم جما چکی تھی۔

= حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے دورِ ہجرت میں نئی جماعتوں کے قیام میں غیر معمولی اور حیرت انگیز اضافہ ہوا۔ لندن آنے کے بعد پہلے سال یعنی 1984-85ء میں 28 نئی جماعتیں قائم ہوئیں اور پھر اگلے سال 1985-86ء میں یہ تعداد 254 ہو گئی۔ ہجرت کے 19 سالوں میں دنیا بھر میں 35358 مقامات پر نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔

= حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے عالمی بیعت کا سلسلہ 1993ء میں شروع فرمایا۔ اور 10 سالوں میں 16 کروڑ 48 لاکھ 75 ہزار 605 نئے افراد جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے۔

= حضورؒ نے اپنے دورِ خلافت میں متعدد ممالک کے دورے فرمائے۔ سنگاپور، فجی، آسٹریلیا، سری لنکا، کینیا، یوگنڈا، تنزانیہ، ماریشس، گوئٹے مالا، جاپان، نیوزی لینڈ، سورینام، پرتگال اور انڈونیشیا وہ ممالک تھے جن کی سرزمین نے پہلی بار کسی خلیفۃ المسیح کے قدم چومے۔

= بھارت وہ ملک ہے جہاں ۱۹۴۷ء کی ہجرت کے بعد پہلی بار کسی خلیفہ وقت نے قدم رنجہ فرما کر اسے شرف سعادت بخشا۔

= جن دیگر ممالک کے حضورؒ نے دورے فرمائے ان میں ناروے، سویڈن، ڈنمارک، جرمنی، آسٹریا، سوئٹزر لینڈ، فرانس، لکسمبرگ، ہالینڈ، سپین، انگلستان، کینیڈا، بیلجیم، امریکہ، آئرلینڈ، گیمبیا، سیرالیون، لائبیریا، آئیوری کوسٹ، غانا اور نائیجیریا شامل ہیں۔

= جماعت احمدیہ کو ہجرت کے 19 سالوں میں مجموعی طور پر 13065 نئی مساجد کو دنیا بھر میں قائم کرنے کی توفیق ملی۔

= احمدیہ مراکز کی تعداد یورپ میں 1984 میں 8 ممالک میں 16 تھی جو بڑھ کر 18 ممالک میں 148 ہو چکی ہے۔ امریکہ میں یہ تعداد 6 سے بڑھ کر 36 ہو چکی ہے۔ کینیڈا میں 5 مشن ہاوسز تھے جن میں 5 کا اضافہ ہوا ہے۔ افریقہ میں 84ء میں 14 ممالک میں کل تعداد 68 تھی اب 25 ممالک میں یہ تعداد 656 ہو چکی ہے۔

= احمدیت کی دوسری صدی کا حضورؒ کا پہلا الہام تھا:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

= دوسری صدی کی پہلی بیعت محمد صدلون صاحب نے 24 مارچ 1989ء بعد نماز جمعہ کی۔ پہلا بچہ آفتاب احمد خان صاحب کا نواسہ تھا۔ پہلا جنازہ 24 مارچ 1989ء کو عبدالسلام خان صاحب کا حضورؒ نے پڑھایا۔ حضور کا پہلا دورہ آئرلینڈ کا



29مارچ تا یکم اپریل 1989ء ہوا۔

= دور خلافت رابعہ میں کئی ممالک نے تربیتی اور تعلیمی پروگراموں کا آغاز کیا۔ اس میں سب سے اہم جلسہ ہائے سالانہ اور مجالس شوریٰ کا بہت سے ممالک میں اجراء تھا۔ اس کے علاوہ کئی ممالک میں ذیلی تنظیموں کے اجتماعات اور مجالس شوریٰ کا بھی آغاز ہوا، خدام وانصار کے یورپین اجتماعات کا آغاز ہوا۔ غانا میں مئی 1983ء پہلے احمدیہ ٹیچرز ٹریننگ کالج کا افتتاح ہوا، برطانیہ میں میراتھن واک، نیشنل اطفال ریلی، آسٹریلیا میں مصلح موعود ٹیبل ٹینس ٹورنامنٹ، جرمنی میں سر ظفراللہ ٹیبل ٹینس اور والی بال ٹورنامنٹ، پاکستان میں خدام الاحمدیہ کی سپورٹس ریلی نیز سالانہ علمی ریلی اور صنعتی نمائش کا آغاز ہوا۔ اسی طرح ایسوسی ایشن آف احمدی کمپیوٹر پروفیشنلز کا کنونشن ربوہ میں شروع ہوا۔ کئی ممالک میں دعوت اللہ اور بانیان مذاہب کے حوالہ سے دن منائے جانے لگے، جرمنی میں اطفال سپورٹس ریلی، پاکستان میں واقفین نو کا سالانہ اجتماع، پاکستان میں انصاراللہ کی علمی ریلی، ہپین میں فٹ بال ٹورنامنٹ وغیرہ ان ترقیات کی چند ایک جھلکیاں ہیں۔

= جونہی حضور انورؒ پاکستان سے ہجرت کر کے لندن تشریف لائے۔ جماعت کی ترقیات کی ایک نمایاں جھلک اُن عمارتوں کے ذریعہ ظاہر ہونے لگی جو حضورؒ کی راہنمائی میں خریدی گئیں۔ ان میں سے محض چند ایک درج ذیل ہیں جن کا سنگ بنیاد یا افتتاح حضور نے فرمایا:

اسلام آباد (یوکے) کی خرید (بعد ازاں یہاں روٹی پلانٹ اور رقیم پریس وغیرہ کا قیام بھی عمل میں آیا)، لندن میں متعدد مکانات خریدے گئے جو گیسٹ ہاؤس اور دیگر جماعتی امور میں استعمال ہو رہے ہیں۔ حضورؒ نے 1985ء میں گلاسگو (سکاٹ لینڈ) کے نئے مشن ہاؤس کا افتتاح فرمایا۔ نیز مسجد بیت النور نن سپیٹ ہالینڈ، بیلجیئم کے مشن ہاؤس اور مسجد بیت السلام، کولون (جرمنی) کے مشن ہاؤس، ناصر باغ جرمنی اور فرانس کے نئے مرکز کا افتتاح بھی کروایا۔ 1987ء میں مسجد لاس اینجلس امریکہ کا سنگ بنیاد رکھا، مسجد رضوان پورٹ لینڈ امریکہ کا افتتاح ہوا اور مسجد بیت الرحمان واشنگٹن امریکہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ 1988ء میں گیمبیا میں دو مساجد کا افتتاح فرمایا نیز ایک مسجد، کلینک اور مشن ہاؤس کا سنگ بنیاد رکھا۔ غانا میں مشن ہاؤس کی نئی عمارت کا افتتاح فرمایا، گلاسگو (سکاٹ لینڈ) میں مسجد کی نئی عمارت کا افتتاح فرمایا، شیانہ (کینیا) میں مسجد کا افتتاح فرمایا نیز مشن ہاؤس اور مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ موروگورو (تنزانیہ) میں ڈسپنسری کا افتتاح فرمایا اور کنسوا (تنزانیہ) میں ہسپتال کا سنگ بنیاد رکھا۔ ڈوڈھا (تنزانیہ) کی مسجد بیت الحمید کا افتتاح، New Grove ماریشس میں مسجد کا سنگ بنیاد رکھا، ملٹری کوارٹرز (ماریشس) میں مسجد کا افتتاح فرمایا۔ 1989ء میں آئر لینڈ مشن ہاؤس کا افتتاح



فرمایا۔ فرانس میں نمائش ہال کا افتتاح فرمایا۔ سان فرانسسکو (امریکہ) مشن ہاؤس کا افتتاح فرمایا۔ گوئٹے مالا اور لاس اینجلس (امریکہ) میں مساجد کا افتتاح فرمایا۔ 1992ء میں مسجد بیت الاسلام ٹورانٹو کینیڈا کا افتتاح فرمایا۔ 1994ء میں مسجد بیت الرحمٰن واشنگٹن امریکہ اور ارتھ سٹیشن کا افتتاح فرمایا۔ ولنبرو (امریکہ) میں مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ شکاگو (امریکہ) میں مسجد بیت الصادق کا افتتاح فرمایا۔ 1995ء میں پاپونیوا گنی کی مسجد کا ایم ٹی اے کے ذریعہ افتتاح فرمایا۔ 1998ء میں امریکہ میں مسجد بیت البصیر کا افتتاح۔ 1999ء میں برطانیہ میں مسجد بیت الفتوح مورڈن کا سنگ بنیاد رکھا۔ 2000ء میں جرمنی ایک مسجد کا سنگ بنیاد رکھا اور ایک مسجد کا افتتاح فرمایا۔ اس کے علاوہ بھی متعدد ممالک میں عظیم الشان مساجد، مشن ہاؤسز اور دیگر مراکز بھی آپؒ کے دور خلافت میں قائم ہوئے۔ مثلاً 1992ء میں طوالو میں پہلی مسجد تعمیر ہوئی۔ یکم مارچ 2003ء: بوسنیا میں پہلے مرکز بیت السلام کا قیام عمل میں آیا۔ وغیرہ

= 1985-86 میں غانا، نائیجیریا، سیرالیون، گیمبیا، لائبیریا اور یوگنڈا میں 31 ہائر سیکنڈری سکولز تھے۔ سیکنڈری کے علاوہ پرائمری اور نرسری سکولوں کی مجموعی تعداد 174 تھی۔ حضور کے دور مبارک میں کانگو اور آئیوری کوسٹ میں بھی سکولز کا قیام عمل میں آیا۔ 2003ء میں افریقہ کے 8 ممالک میں 40 ہائر سیکنڈری سکولز، 37 جونیئر سیکنڈری سکولز، 238 پرائمری سکولز، 58 نرسری سکولز کام کر رہے ہیں۔ کل تعداد 373 ہے۔ گویا کہ حضور کے دور ہجرت میں 199 سکولز کا اضافہ ہوا۔

= سال 86-1985ء میں 7 ممالک غانا، نائیجریا، سیرالیون، گیمبیا، لائبیریا، آئیوری کوسٹ اور یوگنڈا میں 24 ہسپتال کام کر رہے تھے۔ ان ممالک میں مزید وسعت کے علاوہ اللہ کے فضل سے درج ذیل ممالک میں بھی ہسپتالوں کا اضافہ ہوا ہے۔ بورکینا فاسو، بینن، کانگو، کینیا اور تنزاینہ۔ اور یوں اس وقت افریقہ کے 12 ممالک میں احمدیہ کلینکس اور ہسپتالوں کی تعداد 32 ہو چکی ہے۔

= دور خلافت رابعہ میں جن زبانوں میں معیاری تراجم کروانے اور اُن کی نہایت دیدزیب اور اعلیٰ معیار کی طباعت کا اہتمام فرمایا ان تراجم کی کل تعداد 57 ہو چکی ہے۔ نیز دنیا کی کُل 117 زبانوں میں مختلف مضامین پر مشتمل منتخب آیات کے تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں۔

MTA

= 24 مارچ 1989ء: احمدیت کی دوسری صدی کا پہلا خطبہ ماریشس جرمنی میں بذریعہ ٹیلی فون براہ راست سنایا گیا۔ اس کے بعد ان ممالک میں بتدریج اضافہ ہوتا گیا۔ 31 جنوری 1992ء کو حضور کا خطبہ پہلی دفعہ مواصلاتی سیارہ کے ذریعہ



براعظم یورپ میں دیکھا اور سنا گیا۔

= 3/اپریل 1992ء کو حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ کی وفات پر نماز جنازہ براہ راست اسلام آباد ٹلفورڈ سے نشر کی گئی۔ اپریل 1992ء میں حضور کا پہلا خطبہ عید بذریعہ سیٹیلائٹ براہ راست نشر کیا گیا۔ اسی سال جلسہ سالانہ انگلستان براہ راست ٹیلی ویژن پر دکھایا گیا۔ 21/اگست 1992ء سے حضور کے خطبات جمعہ سیٹیلائٹ کے ذریعہ چار براعظموں میں نشر ہونا شروع ہوئے۔ 16/اکتوبر 1992ء: کو بیت السلام، ٹورنٹو، کینیڈا کا افتتاح کینیڈا سے براہ راست پہلی مرتبہ تین براعظموں میں نشر کیا گیا۔ دسمبر 1992ء: حضور کے جلسہ سالانہ قادیان سے افتتاحی اور اختتامی خطاب براہ راست نشر کئے گئے۔

= 1993ء میں شمالی امریکہ میں سیٹلائٹ کے ذریعہ حضور کے خطبات کی باقاعدہ ٹرانسمیشن کا آغاز ہوا۔

= دسمبر 1993ء میں جلسہ سالانہ قادیان کے لئے حضورؒ نے ماریشس سے اپنے خطاب میں ایم ٹی اے کی باقاعدہ نشریات 7/جنوری 1994ء سے شروع ہونے کا اعلان فرمایا۔ اسی سال جماعت احمدیہ امریکہ اور کینیڈا کی مشترکہ کاوشوں سے قائم ہونے والے ارتھ سٹیشن کا قیام عمل میں آیا۔ 1995ء میں انٹرنیٹ پر احمدیہ ویب سائٹ قائم ہوئی اور 1996ء میں اس نے حضور کا خطبہ جمعہ نشر کرنا شروع کر دیا۔ یکم اپریل 1996ء سے ایم ٹی اے کی 24 گھنٹے کی نشریات کا آغاز ہوا۔ 21 جون 1996ء کو حضور کے سفر کینیڈا کے موقع پر دو طرفہ رابطوں کا آغاز ہوا۔ 7 جولائی 1996ء: گلوبل بیم کے ذریعہ ایم ٹی اے کی نشریات جاری ہوئیں۔ 1999ء میں ایم ٹی اے کی ڈیجیٹل نشریات کا آغاز ہوا۔

= ایم ٹی اے کی باقاعدہ نشریات شروع ہونے بعد حضور کے جو پروگرام ریکارڈ ہوئے۔ ان میں خطبات جمعہ، مجالس عرفان اور جلسہ سالانہ واجتماعات کے موقع پر ارشاد فرمائے ہوئے سینکڑوں خطابات کے علاوہ باقاعدہ سٹوڈیو میں ریکارڈ کئے جانے والے سینکڑوں پروگرام شامل تھے جن میں سے ہر ایک کا دورانیہ ایک گھنٹہ کا ہے۔ سٹوڈیو میں ریکارڈڈ پروگراموں میں:

انگریزی دان دوستوں سے ملاقات...... 150 پروگرام، اردو ملاقات...... 160، ہومیو پیتھی کلاس...... 198، ترجمۃ القرآن کلاس...... 305، لقاء مع العرب...... 472، اردو کلاس...... 460، بچوں کی کلاس...... 300، فرنچ ملاقات...... 209، بنگلہ ملاقات...... 128، جرمن ملاقات...... 130، لجنہ سے ملاقات...... 130، اطفال سے ملاقات...... 45، اعتراضات کے جواب...... 37۔

میزان............ 2724 پروگرام







= دنیا بھر میں مختلف ممالک کی یونیورسٹیوں میں اور دانشوروں کے اجلاسات سے حضور انور نے متعدد خطابات فرمائے۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں: 31/ اگست 83ء: سوئٹزرلینڈ میں بعنوان انسانیت کا مستقبل + 5/اکتوبر 83: آسٹریلیا میں بعنوان اسلام کی امتیازی خصوصیات + 4جون 87ء: سوئٹزرلینڈ میں بعنوان: سچائی، علم، عقل اور الہام۔ بعد ازاں یہی مضمون حضورؒ کی عظیم الشان کتاب "Revelation, Rationality, Knowledge & Truth" کی بنیاد بنا + 9 ستمبر 88ء: تنزانیہ کی دارالسلام یونیورسٹی سے خطاب + 19 ستمبر 88ء: ماریشس میں یونیورسٹی میں لیکچر + 17 مئی 89ء: سوئٹزرلینڈ کی ایک یونیورسٹی میں لیکچر + 24 فروری 90ء: برطانیہ میں خطاب بعنوان دین موجود الوقت مسائل کا کیا حل پیش کرتا ہے + 12 مارچ 90ء: سپین کی اشبیلیہ یونیورسٹی میں خطاب بعنوان: دین کی بنیادی تعلیمات کا فلسفہ + 24/جون 2000ء کو ایک یونیورسٹی میں خطاب + 29/جون 2000ء کو جکارتہ (انڈونیشیا) کے ایک ہوٹل میں خطاب + 6/جولائی 2000ء کو جکارتہ میں ہومیوپیتھی کے موضوع پر خطاب۔

= سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بیس مطبوعات یہ ہیں: مذہب کے نام پر خون، ورزش کے زینے، احمدیت نے دنیا کو کیا دیا؟، آیت خاتم النبیین کا مفہوم اور جماعت احمدیہ کا مسلک، سوانح فضل عمر اوّل، دوم، رسالہ ''ربوہ سے تل ابیب تک'' پر تبصرہ، وصال ابن مریم، اہل آسٹریلیا سے خطاب، مجالس عرفان 84-1983ء کراچی، سلمان رشدی کی کتاب پر محققانہ تبصرہ، خلیج کا بحران اور نظام جہان نو، Islam's Response to Contemporary Issues، ذوق عبادات اور آداب دعا، Christianity A Journey From Facts to Fictions، زھق الباطل، Absolute Justice، کلام طاہر، Revelation, Rationality Knowledge & Truth، قرآن کریم کا اردو ترجمہ (مع حواشی کل صفحات 1315، طبع اول لندن جولائی 2000ء، پاکستانی ایڈیشن 2003ء)

اس کے علاوہ حضور کے بیسیوں خطبات اور تقاریر شائع ہو چکے ہیں اور متعدد کے کئی زبانوں میں تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں۔

= حضورؒ نے اپنے دورِ خلافت میں متعدد تحریکات فرمائیں۔ بعض تحریکات خصوصی دعاؤں کرنے کی طرف توجہ دلانے کے لئے تھیں اور بعض اخلاقی اور روحانی ترقی کیلئے کی گئیں۔ بعض کا تعلق خدمت خلق سے روشن پہلوؤں سے تھا۔ ان تحریکات میں درج ذیل اہم تحریکات بھی شامل ہیں: بیوت الحمد سکیم، وقف بعد ریٹائرمنٹ کی تحریک، تحریک جدید دفتر اول و دوم کو تاقیامت جاری رکھنے کی تحریک، تحریک جدید دفتر چہارم کا آغاز، وقف جدید کو عالمگیر کرنے کا اعلان،

سیدنا بلال فنڈ کا قیام، تحریک وقف نو کا اعلان، نصرت جہاں تنظیم نو، مسجد بیت الرحمٰن واشنگٹن کے لئے چندہ، افریقہ وہندوستان کے لئے 5 کروڑ کی تحریک، کفالت یتامیٰ کی تحریک، خدمت خلق کی عالمی تنظیم کا اعلان، قطب شمالی کی پہلی مسجد کے لئے مالی تحریک، مسجد بیت الفتوح انگلستان کے لئے پانچ ملین پاؤنڈ کی تحریک، مشرقی یورپ میں جماعتی ضروریات کے لئے ۱۵ لاکھ ڈالرز کی تحریک، "سرخ کتاب" رکھنے کی تحریک، بیلجیم کی مسجد کے لئے مالی امداد، تعمیر مساجد کا منصوبہ، مسجد بیت الفتوح کیلئے مزید 5 ملین پونڈ کی تحریک، مریم شادی فنڈ کا قیام۔

= حضورؒ نے پاکستان کے شر پسند ملاؤں اور ظالم صدر ضیاء الحق کو بار بار متنبہ کرنے کے بعد ۱۰/ جون ۱۹۸۸ء کو مباہلہ کا چیلنج دیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بہت جلد ملاؤں کی دروغ گوئی کو طشت از بام کر دیا چنانچہ جولائی میں ملاّ اسلم قریشی از خود بر آمد ہو گیا جس کے قتل کا مقدمہ حضورؒ کے خلاف قائم کیا گیا تھا۔ ۷/ اگست کو ضیاء الحق کی ہلاکت کے ساتھ مباہلہ کا نشان عظیم الشان طور پر ایک بار پھر پورا ہوا۔

= حضورؒ کے دور میں پاکستان میں سینکڑوں معصوم احمدیوں کو قید و بند کی صعوبتوں سے گزرنا پڑا اور ہزاروں مقدمات احمدیوں کے خلاف قائم کئے گئے۔ ان مقدمات کی کُل تعداد 3291 ہے جن میں سے سولہ صرف حضورؒ پر ہوئے۔

= خلافت رابعہ کے عہد میں جن احمدیوں کو جان کی قربانی پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اُن کی تعداد 79 ہے۔

= حضورؒ نے اپنا آخری پیغام بیماری کے دوران 9 نومبر 2002ء کو جاری فرمایا۔

= اپنے دَور کی آخری مستقل مالی تحریک مریم شادی فنڈ کو جاری کرنے کے سلسلہ میں فروری 2003ء میں فرمائی

= آخری تحریک عراق کے مظلوم عوام کے لئے 4/ اپریل 2003ء کو خطبہ جمعہ میں فرمائی۔

= 18/ اپریل 2003ء کو آخری خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

= 18/ اپریل 2003ء کی شام آخری مجلس عرفان میں شمولیت فرمائی۔

= آخری نماز بیت الفضل لندن میں 18/ اپریل 2003ء کو نماز عشاء پڑھائی۔

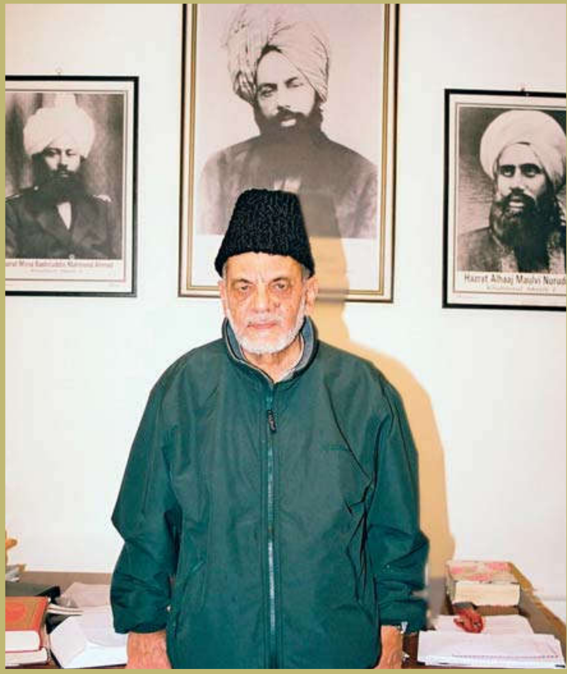
= 19/ اپریل 2003ء کی صبح آپ کی مطمئن روح اپنے ربّ کے حضور حاضر ہو گئی۔ انّا للّٰہ و انّا الیہِ راجعون۔

= 23/ اپریل 2003ء کی شام آپؒ کی نماز جنازہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اسلام آباد (یوکے) میں پڑھائی جس کے بعد اسلام آباد میں ہی تدفین عمل میں آئی۔









ایک غیر معمولی شخصیت کی یاد میں

انٹرویو محترم سید میر محمود احمد ناصر صاحب

(انٹرویو: طارق احمد چوہدری+محمود احمد ملک)

رسالہ "طارق" کے نمائندگان نے محترم سید محمود احمد ناصر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ سے سیدنا حضرت خلیفۃالمسیح الرابعؒ کی یادوں کے حوالہ سے ایک ملاقات کی تھی۔ محترم میر صاحب کا بیان ذیل میں پیش کیا جارہا ھے۔

آپ نے بیان فرمایا:

میرا نام سید محمود احمد ناصر ہے اور میں حضرت ام المومنینؓ کے بھائی حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کا بیٹا ہوں۔ حضرت مصلح موعودؓ کی دامادگی کا شرف بھی مجھے حاصل ہے۔ میرا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ بڑا گہرا تعلق محبت کا تھا اور ان کی سیرت کو بڑی قریب سے مجھے دیکھنے کے مواقع ملتے رہے ہیں۔ ان کی سیرت کا جو میری طبیعت پر اثر ہے اس کو بیان کرنا تو تقریباً ناممکن ہے۔ کسی عظیم شخص کی شخصیت کو جو انسان محسوس کرتا ہے۔ دوسروں تک اس کا صحیح نقشہ نہیں کھینچ سکتا۔ میری عمر پانچ سال کی تھی تو ان کی عمر چھ سال کی تھی جب مجھے آپ سے تعارف کا موقع ملا۔ وہ اس طرح ہوا کہ ہم دارالعلوم قادیان میں رہتے تھے۔ جس مکان میں ہم رہتے تھے وہ میرے چچا حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کا تھا۔ جب وہ ریٹائرڈ ہو کر آئے تو ہماری کوٹھی ان دنوں دارالانوار قادیان میں بن رہی تھی۔ حضرت اماں جانؓ خود اپنی نگرانی میں بنوا رہی تھیں مگر اس کے بننے میں کچھ تاخیر تھی چھ ماہ کا کام ابھی باقی تھا۔ اس دوران حضرت مصلح موعودؓ کی شفقت کی وجہ سے ان کے گھر میں ہمارا قیام ہوا۔ حضور کے جس گھر میں چھ ماہ کے لئے ہماری رہائش ہوئی وہ گھر حضرت ام طاہرؓ کا گھر تھا۔ جب ہم وہاں گئے تو انہوں نے اپنی رہائش اوپر کے حصہ میں کر لی جہاں حضرت مصلح موعودؓ رہا کرتے تھے۔ اور نچلا حصہ ہمارے لئے خالی کر دیا۔ اور وہاں حضرت مرزا طاہر احمد جو اس وقت چھ سال کے تھے اور میں پانچ سال کا۔ آپ کے ساتھ ہم کھیلتے تھے، باتیں ہوتی تھیں۔ پانچ چھ سال کے بچے آپس میں الجھ بھی پڑتے ہیں لڑ بھی پڑتے ہیں لیکن مجھے ان چھ ماہ میں ایک دفعہ بھی یاد نہیں کہ ہمارے درمیان کوئی تلخی پیدا ہوئی ہو یا کوئی لڑائی یا جھگڑا ہوا ہو۔ اس کے بعد پھر ہم اپنے گھر چلے گئے۔ پھر ملنا جلنا تو قادیان میں ہوتا رہتا تھا۔ ربوہ میں آ کر یہ تعلق پھر بہت بڑھ گیا۔ میں خدام الاحمدیہ کا پہلا قائد بنا۔ وہ پھر میرے آنے کے بعد ربوہ کے دوسرے قائد بنے۔ خدام الاحمدیہ میں بھی ان سے بڑا گہرا تعلق قائم ہوا۔ اور جامعہ میں وہ داخل ہو گئے میں پہلے سے داخل تھا وہاں بھی بڑا گہرا اور قریبی تعلق تھا۔

اپنے وقف کا ذکر کرتے ہوئے محترم میر صاحب نے فرمایا کہ جب میں وقف ہوا ہوں اس وقت میری عمر کوئی 13 یا 14 سال تھی۔ 17 مارچ 1944 کو میں وقف ہوا ہوں۔ جب میرے والد حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کی وفات ہوئی۔ ہمارے گھر پہ ہی حضرت مصلح موعودؓ اس وقت موجود تھے۔ انہوں نے مغرب کی نماز پڑھائی اور وہاں ایک تقریر کی کہ میر محمد اسحاق صاحبؓ کی وفات کی وجہ سے بہت خلاء پیدا ہوا ہے اور ہمیں آدمیوں کی ضرورت ہے۔ اس وقت میری چھوٹی سی عمر تھی اور ایک بہت سادہ سا لڑکا تھا میں۔ لیکن اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت عطا کی مجھے اپنے فضل سے کہ میں نے کھڑے ہو کر کہا کہ حضور! میں اپنے



آپ کو وقف کرتا ہوں۔اس کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طبیعت پر بہت گہرا اثر ہوااور انہوں نے اپنی شفقت اور محبت کا ہاتھ ہم پر رکھا۔جب ہم ربوہ آگئے تو اس وقت پھر حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ سے خدام الاحمدیہ میں بھی رابطہ رہتا تھااور جامعہ احمدیہ میں بھی۔ان کی طبیعت کے متعلق چند باتیں مختصراً میں عرض کر دیتا ہوں۔

ایک بات جو میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ میں دیکھی وہ ان کی نماز باجماعت کی انتہائی پابندی ہے۔نہایت ذوق و شوق کے ساتھ، نہایت الحاء کے ساتھ نماز باجماعت پڑھتے تھے۔میں نہیں سمجھتا کہ انہوں نے کبھی نماز چھوڑی ہو یا کبھی سستی کی ہو۔یہ بات میں پورے یقین کے ساتھ اور علیٰ وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں کہ مسجد میں آکر باجماعت نماز ادا کرنے میں ان کا وصف ایسا شاندار اور عمدہ تھا کہ بہت کم اس کی مثال ہمیں ملتی ہے۔میں سفر میں بھی ان کے ساتھ رہا ہوں، حضر میں بھی رہا ہوں، مشکل میں بھی رہا ہوں، لیکن نماز باجماعت میں وہ بہت پابند تھے۔یورپ کے بھی آٹھ ملکوں کے سفر میں نے ان کے ساتھ کئے ہیں۔خیمہ لگا کر ہم رہتے تھے۔ان دنوں میں بھی نہایت اہتمام کے ساتھ نماز باجماعت پڑھتے تھے۔ہم دو لوگ ان کے ساتھ تھے اور پوری مصروفیات کے باوجود وہ خود نماز پڑھاتے تھے اور ہم ان کے ساتھ پڑھتے تھے۔ہائیکنگ کی طرح کا ایک سفر تھا۔لیکن اس کے باوجود نماز میں کبھی انہوں نے کوتاہی نہیں کی۔

دوسری بات جس کا میرے ذہن پر بہت اثر ہے وہ آپ کی غیر معمولی ذہانت ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت تیز ذہن دیا تھا۔جیسے بجلی چمکتی ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذہن عطا کیا تھااور غیر معمولی بصیرت اور غیر معمولی فراست آپ کو حاصل تھی۔

تیسری بات جو آپ کے متعلق میرے مشاہدہ میں ہے وہ آپ کی ظرافت ہے۔نہایت سنجیدگی کے ساتھ کام کرتے ہوئے بھی آپ کی ظرافت قائم رہتی تھی۔مشکل سے مشکل حالات میں بھی،تکلیف دہ حالات میں بھی آپ کی ظرافت کا جو پہلو تھا وہ قائم رہتا تھا۔آپ کی گفتگو دلچسپ ہوتی تھی۔اگر ہم لڑکوں کی مجلس میں وہ آئے ہیں تو ساری توجہ آپ کی طرف ہوتی تھی۔یہ خلافت سے پہلے کی باتیں ہیں خلافت کے بعد تو توجہ کا مرکز آپ نے بننا ہی بننا تھا لیکن خلافت سے پہلے بھی آپ گفتگو کا مرکز ہوا کرتے تھے۔جس Meeting میں بیٹھتے تھے وہ کبھی بور نہیں ہوتی تھی۔کتنے بھی سنجیدہ معاملات ہوں آپ اُس کو عمدگی سے سمجھاتے تھے۔

ایک اور بات جو آپ کے متعلق میں نے مشاہدہ کیا ہے وہ آپ کی غیر معمولی محنت ہے۔ صبح سے شام تک کام کرتے تھے۔دفتر کا کام بھی ہے۔زمینوں

کا کام بھی کرتے تھے۔ ہومیوپیتھی کا کام بھی کر رہے ہیں۔ لوگوں سے ملاقاتیں بھی کرتے تھے۔ مہمان نوازی آپ کو بہت پسند تھی۔ جلسہ سالانہ میں میں نے کئی سال آپ کے ساتھ کام کیا ہے۔ لنگر خانہ نمبر دو میں میری آپ کے ساتھ ڈیوٹی ہوتی تھی۔ آپ وہاں پر ناظم ہوتے تھے یا نائب ناظم ہوتے تھے اور میں آپ کے ساتھ ہوتا تھا۔ غیر معمولی طور پر محنت کرتے تھے لیکن بشاشت اور ظرافت جو تھی وہ قائم رہتی تھی۔

پھر آپ کی طبیعت میں ایک بہادری اور شجاعت بھی تھی۔ اس کی شاید میں تفصیل نہیں بیان کر سکتا۔ یورپ کے سفر میں ایک مشکل مرحلہ ہمارے لئے پیدا ہوا اس وقت میں نے آپ کی شجاعت دیکھی۔ ڈاکوں کا ایک حملہ ہوا تھا ہمارے سامان پر تو آپ نے نہایت بہادری کے ساتھ ان کا تعاقب کیا۔ وہ ایک سے زیادہ آدمی تھے لیکن آپ کے چہرے پر ذرا بھی خوف نہیں تھا۔ ایک مختلف ماحول میں، اپنے ملک سے بہت دور، ایک ایسے ملک میں جس کی زبان بھی ہمیں نہیں آتی تھی۔ اس کے باوجود آپ کی شجاعت، بہادری اور ہمت کا مجھے قائل ہونا پڑا۔ اس واقعہ کی تفصیلات اب مجھے کچھ بھول چکی ہیں۔ لیکن ہم ایک مختلف جگہ پر تھے اور ایک ایسی کیفیت پیدا ہو گئی تھی کہ ہمیں رات سڑک پر گزارنی پڑی۔ ہم ایسے حالات میں پھنس گئے کہ کسی ہوٹل وغیرہ میں بھی نہیں جا سکتے تھے۔ نہ خیمہ لگا سکتے تھے کہیں دُور تھے۔ وہاں پر رات کو چوروں نے ہمارا سامان جو موٹر کے پیچھے بندھا ہوتا تھا اس کو کاٹنا شروع کیا۔ تو آپ کی اچانک آنکھ کھلی اور آپ نے ایک لمحہ رکے بغیر فوراً ان کا تعاقب شروع کیا اور بڑی ہمت کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا۔

پھر آپ کو حسن انتظام کی اللہ تعالیٰ کے فضل سے صلاحیت ملی تھی۔ آپ مختلف پہلوؤں پر نظر رکھتے تھے۔ بعض لوگ ایک پہلو پر تو کام کر رہے ہوتے ہیں، محنت کر رہے ہوتے ہیں مگر دوسرے پہلو بھول جاتے ہیں۔ جلسہ سالانہ کے دنوں میں بھی، ویسے بھی میں نے آپ کو دیکھا ہے۔ محنت کے ساتھ باقاعدگی کے ساتھ کام کرنے والے تھے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا کہ ایک شخصیت کا نقشہ تو انسان اپنے دل میں بٹھا سکتا ہے لیکن اس کو دوسروں تک پہنچانا بڑا مشکل ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ یہ تو دیکھتا ہی ہے کہ کس میں کیا خوبی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو مرتبہ اور بلند مقام آپ کو دیاوہ اسی لئے تھا کہ آپ کی سب صلاحیتیں اور استعدادیں اُس کے سامنے تھیں۔

پھر میں نے یہ بھی دیکھا کہ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے سامنے بہت زیادہ ادب اور احترام سے پیش آتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے سامنے تو ہونا ہی تھا، وہ آپ کے والد تھے لیکن حضرت خلیفہ ثالثؒ کے سامنے جو آپ نے ادب احترام اور عقیدت کے جذبات پیش کئے ہیں وہ بہت ہی غیر معمولی تھے۔

جامعہ احمدیہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے زمانۂ طالبعلمی کا ذکر کرتے ہوئے محترم میر صاحب نے بیان فرمایا کہ میرا یہ خیال ہے کہ آپ نے Self Studies سے جو فائدہ اٹھایا ہے اساتذہ سے نہیں اٹھایا۔ آپ کی اپنی Knowledge اس طرح کی تھی کہ بعض دفعہ آپ اساتذہ پر بھی چھا جاتے تھے۔ لیکن اساتذہ کا جو ادب اور احترام تھا وہ بہت کرتے تھے۔ ان کی قدر کرتے تھے۔ آپ کا جو علم تھا یا وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے محوی تھا یا ذاتی مطالعہ کی وجہ سے تھا۔

اس سوال کے جواب میں کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ کے ساتھ حضورؒ کی کس طرح کی Relationship تھی۔ محترم میر صاحب نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ اس کے متعلق جو آپؒ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے وہی کافی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کا ایک خاص مقام تھا جس کو بیان کرنا تقریباً ناممکن ہے۔

اس سوال کے جواب میں کہ جب خلیفہ بننے کے بعد آپ کی حضورؒ سے ملاقات ہوئی ہے تو اس وقت آپ کے کس طرح کے جذبات تھے؟ محترم میر صاحب نے بتایا کہ میری طرف سے عقیدت اور اطاعت اور محبت کے جذبات تھے۔ اور ان کی طرف سے شفقت اور رحمت کے جذبات تھے۔





محبتوں اور شفقتوں کا بحر زخّار

انٹرویو مکرم خلیفہ فلاح الدین صاحب

(انٹرویو: طارق احمد چوہدری+محمود احمد ملک)

مکرم خلیفہ فلاح الدین صاحب(ابن مکرم خلیفہ صلاح الدین صاحب) کے دادا حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشیدالدین صاحبؓ چونکہ حضرت مصلح موعودؓ کی حرم محترم حضرت امّ ناصرؓ کے والد تھے اس حوالہ سے حضرت خلیفۃالمسیح الرابع ؒ سے بھی آپ کی قرابت داری تھی۔ رسالہ "طارق" کے لئے انٹرویو دیتے ہوئے مکرم خلیفہ فلاح الدین صاحب نے بتایا کہ:

مَیں حضورؒ کو 1947ء سے جانتا ہوں جب میرے والد قادیان میں حفاظت مرکز کے لئے مقیم تھے اور اُن کی ڈیوٹی حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کے ساتھ لگائی گئی تھی۔ ایک بار جب چند لوگوں کے ساتھ آپ کو قادیان کے قریبی گاؤں میں مقیم مسلمانوں کی حفاظت کے لئے بھجوایا گیااور یہ ٹیم واپس آئی تو میرے والد اُن میں شامل نہیں تھے۔ میری عمر اُس وقت سات سال تھی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ میرے والد کو شہید کر دیا گیاہے۔ یہ اطلاع جب حضرت مصلح موعودؓ کو دی گئی جو اُن دنوں لاہور میں مقیم تھے تو حضورؓ نے ہمیں بلایا اور بہت شفقت کا سلوک فرمایالیکن ہمارے والد صاحب کے بارہ میں کوئی بات نہ کی۔ اُسی وقت حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحبؒ سے میرا پہلا تعارف ہوا جن کی عمر قریباً اٹھارہ سال تھی۔ بہرحال تین دن کے بعد قادیان سے اطلاع آگئی کہ میرے والد کرفیو کی وجہ سے گاؤں سے واپس نکل نہیں سکے تھے اور کرفیو ختم ہونے کے بعد وہ واپس آگئے ہیں۔ تب حضورؓ نے ہمیں دوبارہ بلایااور فرمایا کہ تین دن پہلے یہ اطلاع آئی تھی لیکن چونکہ لاش کسی نے نہیں دیکھی تھی اس لئے اس اطلاع کی تصدیق نہیں ہو سکی تھی اور اسی لئے ہمیں بتایا نہیں گیا تھا لیکن اب چونکہ میرے والد صاحب واپس قادیان آچکے تھے اس لئے ہمیں بتایا گیا کہ سب خیریت ہے۔

1951ء میں ہم لاہور سے ربوہ منتقل ہوگئے جہاں ہمارے والد صاحب نے ایک مکان تعمیر کر لیا۔ اس کے بعد میری حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ سے اکثر ملاقات رہنے لگی۔ ہم ایک دوسرے کے گھر بھی آتے جاتے، دریا اور جھیلوں پر شکار کے لئے بھی اکٹھے جاتے۔ کئی بار مَیں نے حضورؒ سے کار، بندوق اور کیمرہ وغیرہ عاریۃً لیا۔ آپؒ نے کبھی بھی انکار نہیں کیا۔ بہت ہی شفیق انسان تھے۔

1957ء میں جب حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ؒ خدام الاحمدیہ کے صدر بنے تو اُس وقت میں اپنے محلّہ کا زعیم تھا۔ اس وقت بھی مجھے ربوہ میں آپ کے ساتھ کام کرنے کا بہت موقعہ ملا۔ 1958ء میں جب سیلاب آیا تو آپ نے ایک گروپ بنا کر سیلاب کے علاقے میں بھیجا تو میں اس کا انچارج تھا۔ پھر جب 1965ء میں خلافتِ ثالثہ کا انتخاب ہوا تو اس وقت مَیں نائب قائد ضلع لاہور تھا۔ اس وقت بھی مجھے آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقعہ ملا۔ حضورؒ بہت شفیق اور بہت اعلیٰ منتظم تھے۔ آپؒ نے بحیثیت صدر، خدام الاحمدیہ کو بہت چست بنادیا۔ اُس وقت کا زمانہ خدام الاحمدیہ کا Golden Era تھا۔ جہاں جہاں بھی وقارِ عمل کی ضرورت ہوتی تھی آپ کی ٹیم تیار ہوتی تھی۔ ربوہ میں حفاظت مرکز کے لئے بھی خاص طور پر بہت کام کیا۔ حفاظت کے لئے آپ نے جو سکیمیں بنائی تھیں ان میں سے ایک کا ذکر کرتا ہوں۔ ربوہ کے اندر سے جو بڑی سڑک گزرتی



ہے۔ رات کو جب اس پر سے ٹرک گزرتے تھے تو حکم یہ تھا کہ دس آدمی سڑک کے ایک طرف اور دس دوسری طرف بندوقیں پکڑ کر چکر لگاتے رہیں۔ جب ٹرک کی روشنی آدمیوں پر پڑتی تھی تو وہ سمجھتے تھے کہ مسلح آدمیوں نے پورے ربوہ کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔

1982ء میں جب حضرت خلیفہ ثالثؒ کی وفات کی اطلاع ملی تو حضورؒ کے جنازہ کے لئے محترم صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب جو اُن دنوں لندن میں میرے پاس ٹھہرے ہوئے تھے، حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ اور میرے علاوہ بعض اَور لوگ بھی اکٹھے ایک ہی جہاز میں گئے تھے۔ جب ہم ربوہ پہنچے تو میرے بھائی صباح الدین احمد صاحب کی بھی وہاں ڈیوٹی لگی ہوئی تھی، وہ مجھے اندر لے گئے اور میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے جسدِ اطہر کے پاس دو گھنٹے بیٹھا رہا۔ حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ کی بھی وہیں پر ڈیوٹی تھی۔ آپ نے تین چار چکر انتظامات دیکھنے کے لئے لگائے۔ وہاں پر میری حضورؒ سے ملاقات ہوئی۔ یہ انتخابِ خلافت سے پہلے کی بات ہے۔

مجھے یاد ہے کہ خلیفہ بننے کے بعد دوسرے دن ہی حضورؒ نے اپنی سائیکل پکڑی اور اپنی زمینوں پر چلے گئے جو احمد نگر میں ہیں جو کہ ربوہ سے ساڑھے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ آپ کے پیچھے ہی کاریں بھاگیں، باڈی گارڈ بھاگے۔ سب ہی نڈھال تھے۔

ایک سوال کے جواب میں آپ نے بتایا کہ انگلینڈ آنے کے کچھ دن بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مسجد مبارک میں حضور کی خدمت میں سامنے کے دروازہ سے حاضر ہوا ہوں اور دائیں طرف کے دروازہ سے محترم مرزا غلام احمد صاحب اور میرے بڑے بھائی صباح الدین صاحب داخل ہوئے ہیں لیکن حضور ان کی طرف نہیں گئے بلکہ سیدھا میری طرف آئے ہیں۔ میں نے حضورؒ کو سلام کیا اور حضورؒ نے پوچھا: اچھا کب آئے ہو۔ پھر میں نے حضور کی خدمت میں کچھ تحفے پیش کئے۔ ایک سویٹر تھا جس کو دونوں طرف سے پہن سکتے تھے، ایک چھتری تھی اور ایک سلیپر۔ حضور نے وہ چیزیں لے لیں اور بڑی خوشی کا اظہار کیا۔

پھر جب حضور یہاں تشریف لائے تو ایک بار جب ہم لندن سے Bradford جا رہے تھے تو میں نے یہ خواب حضور کو سنایا۔ میں نے وہ چیزیں پہلے ہی حضور کو بھیج دی تھیں۔ اس کے بدلہ میں حضورؒ نے مجھے ایک گھڑی بھجوائی تھی جو اب تک میرے پاس رکھی ہوئی ہے۔ تو میں نے حضورؒ کو وہ خواب سنایا اور پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہوگا۔ حضور نے فرمایا کہ سلیپر کا مطلب تھا کہ میں سفر کروں گا۔ چھتری کا مطلب تھا کہ بارش والے علاقے کی طرف سفر کروں گا۔ اور سویٹر کا مطلب تھا کہ اللہ تعالیٰ میری حفاظت فرمائے گا۔ فرمایا کہ میں آیا





ہوں فلاح الدین کی طرف یعنی دین کی کامیابی کی طرف اور صباح الدین یعنی دین کی صبح کو اور غلام احمد یعنی اپنے دوستوں کو اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔

حضورؒ کی ہجرت کے حوالہ سے سوال کے جواب میں آپ نے بتایا کہ 30 اپریل 1984ء کی صبح چار بجے مجھے مکرم عطاء المجیب راشد صاحب کا فون آیا کہ فوراً مسجد پہنچ جائیں۔ میں جب وہاں پہنچا تو کہنے لگے کہ مشن ہاؤس کا یہ فلیٹ خالی کرنا ہے (جس میں وہ رہتے تھے)۔ تو ہم نے اُن کا سب سامان اٹھا کر وہاں پہنچایا جہاں وہ اب رہتے ہیں۔ وہاں پر ایک ہی کمرہ خالی تھا، باقی کمروں کو لائبریری بنایا ہوا تھا۔ سارا سامان ہم نے اس کمرہ میں رکھا۔ پھر اگلے دن صبح لجنہ کی چند ممبرات نے مشن ہاؤس میں آکر وہاں صفائی کی اور حضورؒ کے لئے فلیٹ کو صاف کیا۔

حضور کے انگلینڈ تشریف لانے کی اطلاع میرے علاوہ چند لوگوں کو ہی تھی۔ جب تک حضور کا جہاز مڈل ایسٹ کراس نہیں کر گیا ہماری جانیں ہوا ہوئی ہوئی تھیں۔ کیونکہ حکومت پاکستان وہاں کے کسی بھی ملک کو کہہ کر جہاز اتروا سکتی تھی۔ جب جہاز مڈل ایسٹ کو کراس کر کے یورپ میں داخل ہو گیا تو ہم نے اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کیا۔ پھر حضور ہالینڈ میں دو گھنٹے ٹھہرے اور گیارہ بجے انگلینڈ پہنچے۔ جب حضورؒ کو ایئرپورٹ سے لینے کے لئے گئے تو میرے سپرد حضور کو ڈرائیو کر کے لانے کا کام تھا۔ ہم ائرپورٹ سے باہر کھڑے تھے۔ جب میں حضورؒ سے ملا تو مجھے بالکل سمجھ نہیں آرہی تھی کہ میں کیا کہوں۔ خوشی کا اظہار کروں یا افسوس کا اظہار کروں۔ میں بہت خوش تھا کہ حضورؒ ہمارے پاس آئے ہیں۔ لیکن جن حالات میں حضورؒ آئے تھے وہ بہت مشکل حالات تھے۔ اور حضور جب کار میں بیٹھ گئے تو اس وقت قریباً پونے بارہ بجے تھے۔ حضورؒ نے گاڑی میں بیٹھتے ہی جو پہلا سوال پوچھا وہ تھا کہ ظہر کی نماز کا کیا وقت ہے؟ امام صاحب نے کہا کہ حضور ایک بجے ہے تو حضور نے فرمایا تو پھر ٹھیک ہے ہم ایک بجے تک مسجد پہنچ جائیں گے۔ اس وقت حضورؒ بہت تھکے ہوئے تھے لیکن پہلا کام جو کرنا چاہتے تھے وہ نماز تھی۔ اس کے بعد کچھ دن تو حضورؒ ربوہ اور پاکستان والوں کے لئے بہت پریشان اور بے حد مصروف رہے۔ پھر آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور حالات کچھ ٹھیک ہوئے تو حضورؒ نے سیر کے لئے بھی جانا شروع کر دیا۔

جب سیر کا پروگرام بنایا تو پھر جگہ پسند کرنی تھی سیر کے لئے۔ پہلے ہم دو تین دن Inner Park میں سیر کے لئے گئے مگر حضورؒ نے فرمایا کہ ادھر مزہ نہیں آیا۔ پھر کچھ دن ہم Rohampton Common کی طرف سیر کے لئے جاتے رہے۔ حضورؒ فرمانے لگے کہ یہاں پر گند بہت ہے۔ پھر میں نے Wimbledon Common والی جگہ ڈھونڈی اور حضور کو جا کر بتایا۔ حضور



نے جا کر دیکھا تو فرمایا کہ ہاں یہ جگہ بالکل ٹھیک ہے۔ یہاں پہاڑی بھی ہے اور جھیل بھی ہے، Nature بھی ہے۔ آخر تک پھر حضور وہیں پر سیر کے لئے جاتے رہے۔ جب تک موقعہ ملا اللہ تعالیٰ کے فضل سے تقریباً روز ہی میں حضورؒ کے ساتھ سیر کے لئے جایا کرتا تھا۔ ۱۹۹۱ء تک میں ہی لیڈ کرتا رہا۔ شاید ہی کبھی ہوا ہو کہ مَیں حاضر نہ ہو سکا ہوں۔ ایک دفعہ مجھے مسجد پہنچنے میں دیر ہو گئی۔ مسجد فون کیا تو پتا لگا کہ سب واک کے لئے نکل چکے ہیں۔ میں فوراً بھاگا اور سیدھا سیر گاہ پہنچ گیا۔ دیر سے پہنچنے پر حضورؒ نے جو سب سے پہلا سوال مجھ سے پوچھا وہ یہ تھا کہ آپ نے نماز پڑھی ہے؟ حضور کو لگا کہ میں بھاگا آیا ہوں کہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ میں نے جلدی میں نماز چھوڑ دی ہو۔ حضور کو یہ بہت خیال ہوتا تھا کہ جو لوگ میرے ساتھ چلتے ہیں یا کام کرتے ہیں وہ نماز کے پابند ہوں۔ اس طرح آپ ہماری جسمانی صحت کے ساتھ ساتھ روحانی صحت کا بھی خیال رکھتے تھے۔

حضورؒ کے خطبات اور تقاریر کے دوران مجھے قہوہ پیش کرنے کا موقع بھی ملتا رہا۔ اس کی کہانی بہت پرانی ہے۔ یہ ربوہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زمانہ کی بات ہے جب میں خادم تھا۔ اُس زمانہ میں مکرم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب قہوہ بنا کر حضورؓ کو پیش کیا کرتے تھے۔ جب میری ڈیوٹی سٹیج پر ہوتی تھی تو وہ مجھے کہتے تھے کہ تم ذرا حضورؓ کے سامنے پیالی رکھ دو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی بیگم صاحبہ سٹیج کے پیچھے کار میں بیٹھ کر قہوہ بناتی تھیں اور ہم وہاں سے لے کر آتے اور حضورؒ کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ پھر جب میں قائد ضلع لاہور تھا تو تب بھی مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو (جب وہ پہلی دفعہ ربوہ سے لاہور آئے تو) تقریر کے دوران قہوہ پیش کرنے کا موقعہ ملا۔ لندن میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی پہلی تقریر ہوئی تو محترم ہدایت اللہ بنگوی صاحب نے قہوہ بنایا تو کبھی قہوہ گاڑھا ہوتا تھا، کبھی ہلکا ہوتا تھا۔ پھر حضرت بیگم صاحبہؒ کی نگرانی میں لجنہ نے اوپر قہوہ بنانا شروع کیا مگر وہ بھی نیچے پہنچتے پہنچتے کبھی ٹھنڈا ہو جاتا تھا تو کبھی ٹھیک نہیں بنتا تھا۔ پھر میں نے حضرت بیگم صاحبہؒ سے کہا کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں نیچے قہوہ بنا دیا کروں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں یہ تو بہت اچھا کام ہو گا۔ لیکن ایک بات کا خیال رکھنا کہ برتن تو دھل جاتے ہیں مگر شہد نہیں دھل سکتا۔ اُن کا مطلب یہ تھا کہ خیال رکھنا کہ دشمن کوئی چیز نہ ملانے پائے۔ احتیاط کرنا، تم لے تو رہے ہو یہ کام مگر یہ بہت بڑی ذمہ داری۔ تو یہ نصیحت تھی آپ کی جس کا میں نے ہمیشہ خیال رکھا۔ کہیں جانا ہوتا تھا تو میں باقی سامان تو چھوڑ دیتا تھا مگر شہد اپنے ساتھ لے جاتا تھا۔ ہمیشہ اپنی جیب میں ہی رکھتا تھا۔ ویسے بھی شہد قہوے میں سب سے آخر میں ہی ڈالتے ہیں ورنہ قہوے کا رنگ بھی بدل جاتا ہے اور ٹھنڈا بھی ہو جاتا ہے۔



اس قہوہ کی Recipe یوں ہے کہ اس میں Long green tea جو کہ کشمیر سے آتی ہے پڑتی ہے اس کی دو یا تین پتیاں اور تین چار الائچی بغیر چھلکے کے کیونکہ چھلکا گلے کو خراب کرتا ہے اور شہد۔ سب سے پہلے تھرموس کو گرم کر کے اس میں چائے کی پتّی اور الائچی ڈال دیں۔ پھر اس میں دو تین کپ اُبلتا ہوا پانی ڈال دیں اور کچھ دیر رہنے دیں۔ پھر جب پیش کرنے لگیں تو اوپر سے شہد ڈال دیں۔ کوئی بھی خالص شہد ڈال سکتے ہیں۔ ویسے حضورؒ کے لئے شہد پشاور سے آتا تھا۔ جرمنی سے بھی آتا تھا۔ ایک دفعہ کالا شہد آگیا تھا جس میں ڈالو وہ چیز کالی ہو جاتی تھی۔ پھر یہ کہ حضورؒ سپیشل چائے پیتے تھے۔ پھر جب ہم سپین گئے تو سفر کے دوران کہیں سے اچھی چائے نہیں ملی۔ حضور جب بھی چائے پیتے تو کہتے تھے کہ چائے کا مزہ نہیں آیا پھر قرطبہ میں قیام کے دوران مَیں خود ہوٹل کے کچن میں گیا اور حضورؒ کے لئے چائے بنا کر لایا۔ حضورؒ نے چائے بہت پسند فرمائی اور خوش ہو کر مجھے دس پاؤنڈ انعام میں دیئے۔ وہ ابھی بھی میرے پاس رکھے ہوئے ہیں۔

حضورؒ نے لندن آنے کے بعد پہلے گیسٹ ہاؤس نمبر 41 خریدا تھا اور پھر اسلام آباد خریدا تھا۔ جب حضور نے اسلام آباد خریدا تو حضور نے سارے اسلام آباد کا چکر لگایا اور بڑی خوشی کا اظہار فرمایا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ یہ جگہ ہمارے جلسے اور دوسرے کاموں کے لئے کافی ہو گی۔

ایک دفعہ ہم جرمنی سے واپس آرہے تھے۔ میں ڈرائیو کر رہا تھا۔ رات کے دو بج رہے تھے۔ مجھے بہت سخت نیند آرہی تھی۔ تو میں نے حضورؒ سے پوچھا کہ حضور ریڈیو لگالوں۔ حضور فرمانے لگے کہ کچھ فائدہ ہو گا؟ میں نے کہا کہ حضور طبیعت ذرا Fresh ہو جاتی ہے۔ تو حضورؒ فرمانے لگے کہ لگالو۔ حضورؒ کا مطلب یہ تھا کہ اگر کسی چیز کا فائدہ زیادہ ہے تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور بہت ساری باتیں ہیں جن سے میں نے سبق سیکھا۔ یہ سب انعام اور تحفے حضور کی مہربانیاں اور عنایتیں ہیں۔ جب بھی آپ کہیں سفر پر جاتے امریکہ، جرمنی یا کینیڈا۔ کہیں بھی میرے لئے ضرور کچھ نہ کچھ لاتے۔ سب سے بڑا سفر جس میں مَیں حضورؒ کے ساتھ گیا وہ تھا جب ہم یہاں سے ہالینڈ گئے تھے۔ وہاں سے جرمنی پھر سویٹزرلینڈ پھر واپس جرمنی اور پھر وہاں سے ناروے اور ڈنمارک گئے تھے۔ میرا خیال ہے کہ 1987ء یا 1988ء میں تھا۔

1990ء میں حضور نے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا کہ دیکھو اب اَور بھی بہت لوگ ٹرینڈ ہو گئے ہیں۔ اس لئے اب تم اپنا کام شروع کرو۔ تو میں نے کہا کہ حضور میں وقف زندگی کرتا ہوں۔ حضور نے فرمایا: نہیں، مجھے پتہ ہے کہ تم وقف کرنے کے بغیر بھی زیادہ وقت دو گے، تمہارے بیوی بچوں کا بھی حق ہے، اب تم کوئی کام شروع کرو۔ اس سے پہلے حضور نے میری والدہ کو خط لکھا تھا کہ فلی



(فلاح الدین) میرے کمرہ کی دیوار کی طرح ہے، میں جب بھی باہر نکلتا ہوں تو سامنے کھڑا ہوتا ہے۔

جب حضورؒ کا حکم ہو گیا کہ کام شروع کرو تو میں نے پوچھا کہ حضورؒ میں کیا کام شروع کروں؟۔ حضور نے فرمایا کہ منی کیب (Mini Cab) کا کام شروع کرو اور بلڈنگ کا سائیڈ بزنس رکھو۔ الحمدللہ، الحمدللہ۔ حضور کی دعاؤں سے میرے کام میں برکت پڑی اور مسائل حل ہو گئے۔ تو میرا مشورہ یہ ہے کہ اگر آپ نے خلیفہ وقت سے کوئی صلاح مانگی ہے، چاہے وہ کسی کام کے بارہ میں ہو یا شادی وغیرہ کے بارہ میں تو پھر اس صلاح کو مانیں، اسی میں برکت ہے اور کامیابی ہے۔ ہاں اگر آپ دعا کے لئے کہیں تو وہ الگ بات ہے لیکن اگر آپ صلاح مانگیں تو پھر اس کو مانیں۔ میری زندگی کا یہی سبق مجھے ملا ہے۔





پاکیزہ بچپن

(مرتّبہ: فرخ سلطان)

۱۹۲۲ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تیسری شادی حضرت مریم بیگم صاحبہؓ سے شادی ہوئی جو بعد میں حضرت سیدہ اُم طاہر کی کنیت سے معروف ہوئیں۔ ان کے ہاں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیدائش ۱۸ر دسمبر ۱۹۲۸ء کو قادیان میں ہوئی۔ یہ دن یوں بھی خوشیوں سے بھرپور تھا کیونکہ آج امرتسر سے قادیان کے لئے ریل گاڑی کی سروس کا افتتاح ہونا تھا۔ پینتیس میل دور امرتسر کے شہر سے پہلی دفعہ ریلوے ٹرین قادیان آرہی تھی۔ کئی عمر رسیدہ لوگ تو فرط شوق سے بے قرار ہو کر امرتسر جا پہنچے تھے تاکہ اس افتتاحی ٹرین پر سوار ہو کر اس تاریخی سفر میں حصہ لے سکیں۔ چونکہ اب یکوں اور گھوڑے گاڑیوں کی پہلی سی ضرورت باقی نہیں رہی تھی اس لئے یکہ بانوں کے علاوہ سبھی سمجھتے تھے کہ ریل گاڑی کی آمد ایک خوش آئند انقلاب ہے اور قادیان کی جماعت ہی نہیں بلکہ ساری جماعت احمدیہ ایک نئے دَور میں داخل ہونے والی ہے۔ کیونکہ اب قادیان کی زیارت کے لئے آنے والے بآسانی قادیان آجاسکیں گے اور جماعت کی تبلیغی سرگرمیاں پہلے سے کہیں زیادہ وسعت اختیار کر جائیں گی۔ خوشی کی اس تقریب میں بہت سے بچے بھی شامل تھے۔ ان میں (صاحبزادہ) مرزا مظفر احمد صاحب بھی تھے جو بڑے ہو کر پاکستان کے وزیر خزانہ اور عالمی بینک کے ڈائریکٹر بنے۔ وہ بیان فرماتے ہیں: ”اس موقعہ پر ہم بچوں میں بھی ایک عجیب قسم کا جوش و خروش پایا جاتا تھا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ریل کی آمد کی وجہ سے ہی نہیں ہمارے بزرگ ایک اور وجہ سے بھی بے حد خوش تھے اور وہ یہ تھی (حضرت) خلیفہ ثانیؓ کے ہاں عین اسی دن ایک بچے کی پیدائش ہوئی۔ (حضرت سیدہ) اُم طاہر کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹیوں امتہ الحکیم اور امتہ الباسط سے نوازا ہوا تھا۔ ان کا ایک بیٹا صغر سنی ہی میں وفات پاچکا تھا۔ اس لئے انہیں بیٹے کی شدید خواہش تھی۔ اس نومولود کی پیدائش بھی اللہ تعالیٰ کے خاص فضل کا ایک نشان تھی“۔

طاہر ایک صحت منداور خوبصورت بچہ تھا۔ جس کی آنکھیں گہری بھوری اور بال باریک اور سیاہ تھے۔ ناک ستواں لیکن ذرا خمدار تھی۔ جیسا کہ ماؤں کا خاصہ ہے بچے کی صحت اور طاقت کو برقرار رکھنے کے لئے اس کی والدہ بھی رات دن بیقرار رہتی تھیں۔ جب بچے کا دودھ چھڑایا گیا تو اس کی دایہ اسے روزانہ ایک فارم پر لے جایا کرتی تھی جہاں بھینس کے تھنوں سے دودھ کی دھار براہ راست سیدھی بچے کے منہ تک پہنچ جاتی۔ یہ دودھ تازہ اور نیم گرم بھی ہوتا اور لذیذ اور نشوونما کے لئے مفید بھی۔ ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ یہ دودھ ہر قسم کے بیرونی آلائش سے پاک اور محفوظ بھی ہوتا تھا۔

شگفتہ مزاج بچہ

ننھا طاہر بچپن میں بہت کم بیمار ہوا۔ جماعت احمدیہ کے بڑے بوڑھوں کو آج تک اس کے قہقہے، چلبلا پن اور معصوم شرارتیں یاد ہیں۔ وہ ایک ہنس مکھ اور شگفتہ مزاج بچہ تھا۔ بات بات پر ہنسی مذاق کا دلدادہ۔ ہر آن اپنے ہم عمروں سے فٹ بال کھیلنے پر کمربستہ اور ہمہ وقت انہیں مقابلے کا چیلنج دینے کے لئے بے قرار۔ ننگی دیوار پر چلنے کا مقابلہ ہو یا موسم برسات میں پانی سے پُر گڑھے پھلانگنے کا شغل، سکول کے اندر باہر اپنی ننھی معصوم حرکتوں میں اپنے ہم جولیوں سے آگے نکلنے کی اُمنگ ہو یا پھر کسی استاد سے ہلکی پھلکی چھیڑ چھاڑ کی کوشش جو خفا کرنے کی بجائے مسکرانے پر مجبور کردے اور پھر قہقہوں پر قہقہے۔ یہاں تک کہ کسی ہم عمر بچے کی ناکام چھلانگ پر بھی بے اختیار ہنس دینا۔ وہ خود کہتے ہیں کہ ہم تو کبھی



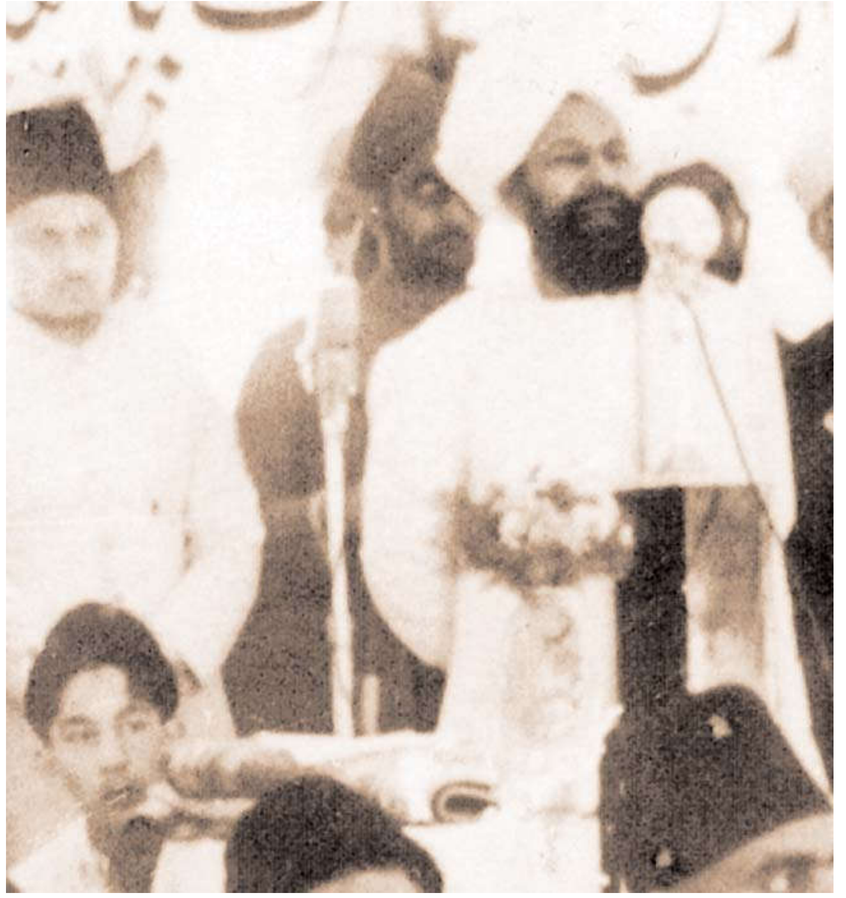
ایسے موقعوں پر بھی ہنسی نہیں روک سکتے تھے جب ہنسنا اتنا مناسب نہیں سمجھا جاتا مثلاً جب کوئی بچہ کسی گڑھے کو پھلانگنے کی دھن میں دھڑام سے کیچڑ میں جا پڑے یا کسی چھابڑی فروش کی چھابڑی اچانک زمین پر آرہے۔

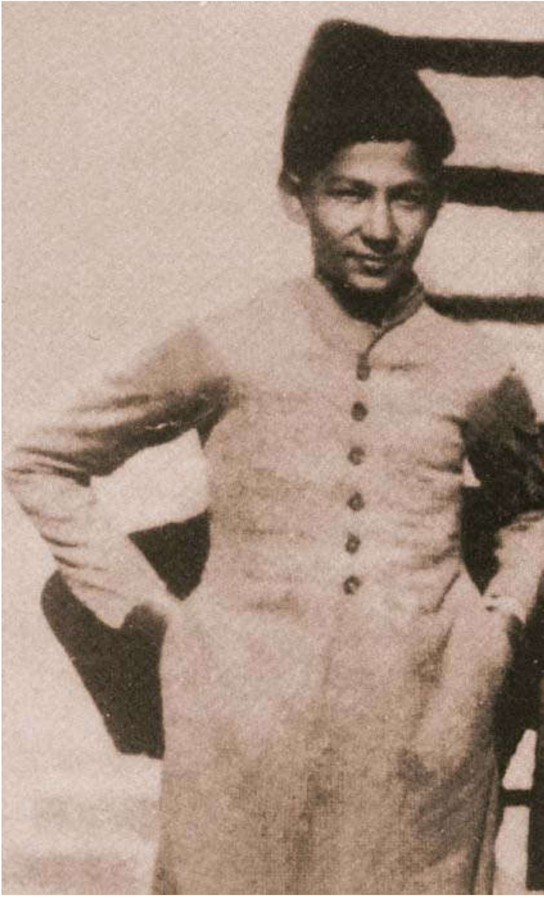
علم کی بھوک

صاحبزادہ طاہر احمد کی بامذاق طبیعت کے پیش نظر ان کے لئے ہر وقت کوہ وقار اور سنجیدگی کا مجسمہ بنے رہنا کوئی آسان کام نہ تھا اور جہاں تک سکول کی تعلیم کا تعلق ہے وہ اس میں اگر سب سے آگے نہیں تو سب سے پیچھے ضرور تھے۔ وہ خود بیان کرتے ہیں: ”میری والدہ محترمہ نے فرمایامیں چاہتی ہوں کہ تم ڈاکٹر بنو لیکن میں بالکل ڈاکٹر نہیں بننا چاہتا تھا۔ اگرچہ ان کے احترام میں مَیں نے ڈاکٹر بننے کی کوشش ضرور کی اور ڈاکٹر کے مضامین میں داخلہ لیا۔ لیکن شروع دن سے اس میدان میں کوئی خاص کامیابی حاصل نہ کر سکا۔ بلکہ اپنی کلاس میں تو مَیں کمزور ترین طالبعلم ہی ثابت ہوا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ میری شخصیت کی تشکیل میں رسمی تعلیم نے کوئی موثر کردار ادا نہیں کیا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ کوئی کردار ادا کیا ہی نہیں۔ قصہ یہ تھا کہ اچھے نمبر حاصل کرنے کے لئے نہ تو مَیں کتابی کیڑا بن سکتا تھا اور نہ ہی صفحوں کے صفحے رٹ سکتا تھا۔ مَیں تو کتابوں میں سے بس یونہی ایک سرسری نظر ڈال کر گزر جایا کرتا تھا۔ مَیں مفہوم کو سمجھ ضرور لیتا تھا اور جانتا تھا کہ کیا کہا جارہا ہے۔ یعنی مصنف کی بات مجھ تک پہنچ ضرور جاتی تھی اور اس طرح پوری کتاب کا باقی ماندہ حصہ سمجھنے میں کچھ آسانی بھی ہو جاتی تھی لیکن واقعہ یہی ہے کہ مَیں کبھی بھی معرکے کا طالب علم نہیں رہا۔ مثال کے طور پر میری سائنسی تعلیم ہی کو لے لیجئے۔ جہاں تک روایتی امتحانات میں اعلیٰ کامیابی کا تعلق ہے مجھے اس طرف تو کوئی رغبت تھی ہی نہیں۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ سائنس سے متعارف ہونے کے بعد مجھ پر نئے سے نئے امکانات کے دروازے کھل گئے۔ مَیں سائنس کی غیر نصابی کتب کو بڑے ہی انہماک سے پڑھتا۔ علم کی ایک بھوک تھی جو چین سے بیٹھنے نہیں دیتی تھی۔ مَیں اپنے علم کے آفاق کو نہ صرف وسعت دینے کی کوشش میں لگا رہتا بلکہ اس کوشش سے لطف اندوز بھی ہوتا لیکن اس علمی کاوش کو نصابی یا امتحانی علم کہنا مناسب نہیں ہوگا۔ یعنی ایسا علم جو صرف ڈگریوں اور ڈپلوموں تک محدود ہو کر رہ جائے۔ مجھے تو بس ایک ہی تڑپ اور لگن تھی کہ کسی نہ کسی طرح علم کی پیاس کو بجھاتا چلا جاؤں۔

تجسس اور استعجاب

آپؒ خود فرماتے ہیں: ”بچپن میں مجھ میں تجسس اور استعجاب کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ مَیں دوسرے ہم عمروں کو کچھ کر گزرنے کا چیلنج اکثر دیا کرتا تھا اور یہ تو آئے دن کا مشغلہ تھا کہ کبھی کوئی دیوار پھلانگی جارہی ہے کبھی کمروں





میں چھلانگیں لگ رہی ہیں۔ غرضیکہ کون سی طفلانہ حرکت ہے جو نہ کی ہو۔ جب آم اور جامن پکنے پر آتے تو ہم میں سے ایک لڑکا درخت پر چڑھ کر پھل سے لدی ہوئی شاخیں ہلاتا۔ ہم جونہی گرے ہوئے پھل پکڑنے کے لئے جھپٹتے تو ہم کسی اور بچے کے اینٹ روڑوں کی زد میں بھی آجاتے جو ہماری طرح اپنے طور پر مصروف عمل ہوتا۔ کم از کم میری تو کئی بار ایسے اینٹ روڑوں سے ملاقات ہوئی۔

جب بچوں کو جیب خرچ ملتا تو ہنگامے کی سی صورت پیدا ہو جاتی۔ شروع شروع میں جیب خرچ کی شرح ایک آنہ فی ہفتہ مقرر تھی۔ یہ رقم بے حد قلیل تھی۔ مجبوراً ہم سب جیب خرچ کو ایک جگہ اکٹھا کر لیتے اور اس رقم سے بھنی ہوئی مونگ پھلی یا بھنے ہوئے تلوں والی کڑاکے دار ریوڑیاں خریدی جاتیں۔ اس اجتماعی سودے کی باقاعدہ تقسیم ہوتی اور ہم میں سے ہر ایک کو حصہ رسدی کچھ نہ کچھ مل ہی جاتا اور جو حصہ بچ جاتا اسے ہوا میں اچھال دیا جاتا اور ہم سب اس پر جھپٹ پڑتے۔ بڑا ہی مزہ آتا"۔

فرماتے ہیں: "بچپن کی اس مار دھاڑ کے نشانات آج تک ٹانگوں پر موجود ہیں۔ مجھے سب سے خطرناک چوٹ اس وقت آئی جن دنوں ہمارے گھر کے پاس ہی ایک کنواں کھودا جا رہا تھا۔ مَیں کنواں کھودنے والے مزدوروں اور کارکنوں کو کام کرتے ہوئے دیکھتا۔ وہ رسے کی مدد سے جھولا جھولتے ہوئے اپنے پاؤں سے کنویں کی دیوار کا سہارا لیتے ہوئے کنویں میں اُتر جاتے۔ مَیں اس نظارے کو دیکھ کر حیرت میں آجاتا۔ ایک دن یوں ہوا کہ جب سب لوگ چلے گئے اور کوئی دیکھنے والا نہ رہا تو مَیں نے چھلانگ لگا کر رسے کو پکڑ لیا اور کنواں کھودنے والے مزدوروں کی طرح نیچے اُترنے کے لئے کنویں کی دیوار کا سہارا ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ لیکن میری ٹانگیں تو بہت ہی چھوٹی تھیں وہ کنویں کی دیوار تک کیسے پہنچتیں؟ نتیجہ ظاہر ہے مَیں بڑی تیزی سے نیچے گھسٹتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اپنی رفتار کو قابو میں رکھنا میرے بس کا روگ نہ رہا۔ رسے کی رگڑ سے میری دونوں ہتھیلیوں کی کھال اُتر گئی اور درد بھی اس قدر شدید ہوا کہ خدا کی پناہ!

مَیں نہیں چاہتا تھا کہ میری اس حرکت کی کسی کو خبر ہو اس لئے میں کنویں میں سے جلد سے جلد باہر نکلنا چاہتا تھا۔ مجھے بخوبی علم تھا کہ اگر مجھے غیر حاضر پا کر میری تلاش شروع ہو گئی اور مجھے کنویں کے اندر سے ڈھونڈ نکالا گیا تو میرے ساتھ کیا گزرے گی۔ مزدور تو رسہ پکڑ کر دیوار سے پاؤں کی ٹیک لگا کر آسانی سے باہر نکل آتے تھے۔ لیکن میرے لئے یہ ممکن نہ تھا۔ خوش قسمتی سے انہوں نے کنویں کی دیوار کے ساتھ ساتھ پاؤں جمانے کے لئے چھوٹے چھوٹے سوراخ کر دیئے تھے۔ چنانچہ رسے کا سہارا لیتے ہوئے ان گڑھوں میں پاؤں جما کر مَیں کسی نہ کسی طرح کنویں سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ شکر ہے جب مَیں کنویں سے





باہر نکلا تو وہاں مجھے کوئی دیکھنے والا نہیں تھا۔ لہٰذا میری اس حرکت کی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی یہاں سے مَیں نے سیدھا اپنے خاندانی ڈاکٹر کا رُخ کیا۔ وہ میرے ہاتھوں کی حالت دیکھ کر سناٹے میں آ گئے۔ ان کا اصرار تھا کہ ہاتھوں کی مرہم پٹی لازماً کی جانی چاہیے لیکن مَیں نے ڈاکٹر صاحب کو کسی نہ کسی طرح قائل کر ہی لیا کہ صرف مرہم ہی کافی رہے گا۔

اگرچہ ہاتھوں کے ان زخموں کو والدہ محترمہ سے چھپانا ایک ناممکن سی بات تھی لیکن مَیں اس ناممکن کو ممکن بنانے میں بھی کامیاب ہو گیا۔

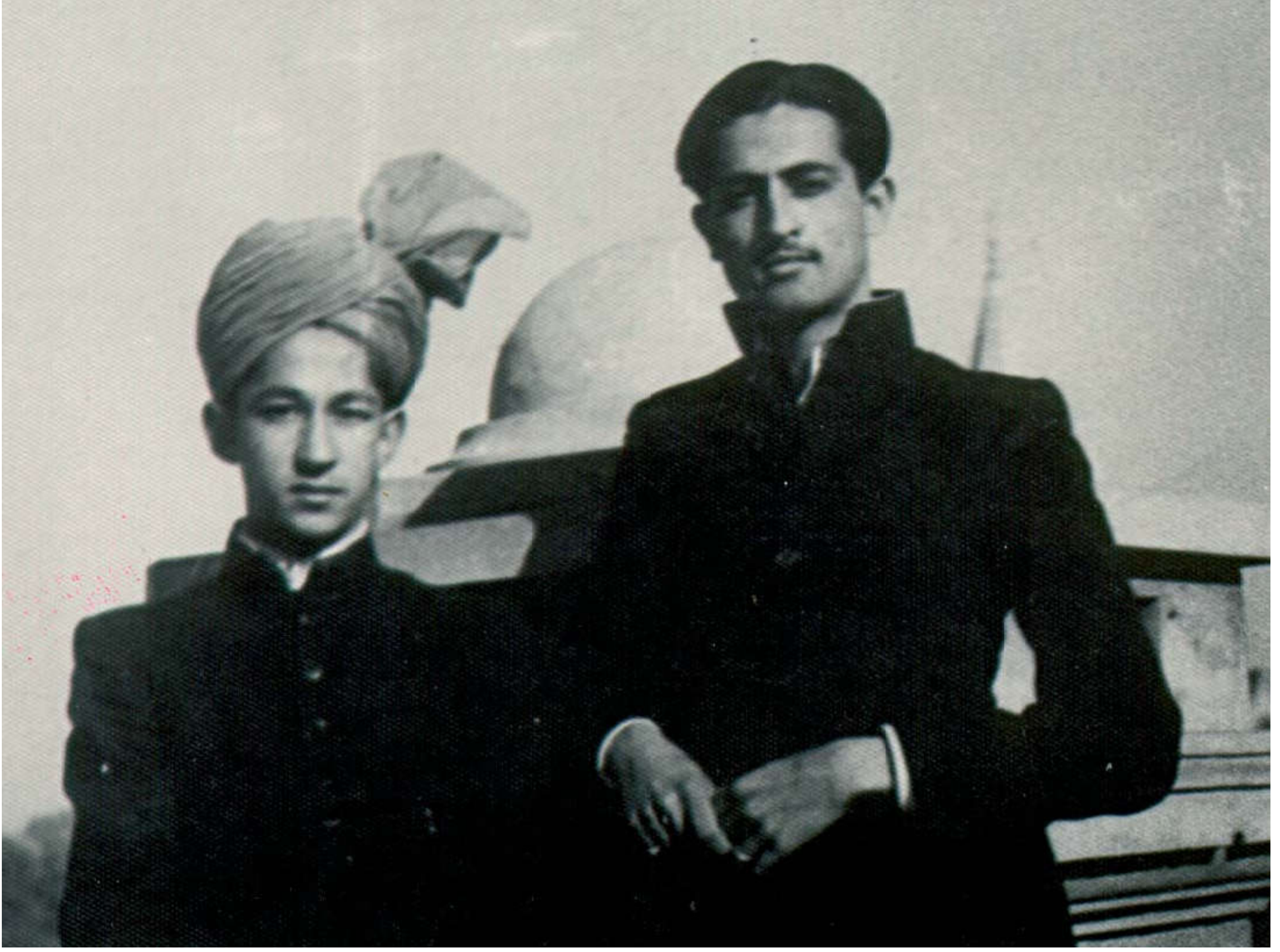
امی بچوں سے بے حد لاڈ پیار کی قائل نہیں تھیں۔ خواہ بچے بیمار ہی کیوں نہ ہوں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ بے جا لاڈ پیار بچوں کی شخصیت کو تباہ کر دیتا ہے۔ مجھے ملیریا یا بخار ہوتا جو ان دنوں ایک عام سی بات تھی تو مَیں اس بخار کی پروانہ کرتا۔ بات بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ قادیان میں ہر بچہ تین تین چار چار مرتبہ ملیریا بخار کا شکار ضرور ہوا کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مَیں بیمار پڑتا تو کبھی کسی سے نہ کہتا کہ میری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔ مجھے ڈاکٹر کے پاس لے چلو۔ کئی مرتبہ تو ایسا بھی ہوا کہ مَیں بخار کی شدت کے باعث بے ہوش ہو جاتا تو مجھے اُٹھا کر گھر پہنچا دیا جاتا۔ ان دنوں یہ ایک خاص انداز فکر تھا جو ہمارے اندر کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا تھا یعنی یہ کہ ہمیں اوروں سے مدد مانگ کر انہیں بلاوجہ تکلیف دینے سے احتراز کرنا چاہیے۔

گھڑ سواری

بچپن میں آپ گھڑ سواری کرتے ہوئے کئی دفعہ گرے اور چوٹیں بھی آئیں تاہم آپ ایک بہت اچھے سوار ثابت ہوئے۔ ایک ریٹائر فوجی نے جو رسالہ میں ملازم رہے تھے آپ کو پہلا اور آخری سبق اس سلسلہ میں یہ دیا کہ ”اپنے گھٹنوں کو گھوڑے کے جسم سے اس طرح زور سے پیوست کر دو کہ چھوٹا سا سکہ بھی اگر درمیان میں رکھ دیں تو پھسلنے نہ پائے“۔

حضورؒ فرماتے ہیں: ”کام تو یہ مشکل تھا۔ لیکن میرے لئے یہ ایک طرح کی فطرت ثانیہ بن گیا۔ مَیں گھٹنوں کے بل گھوڑے کی کمر سے چسپاں ہو کر رہ جاتا۔ مجھے یاد نہیں کہ مَیں نے کب گھڑ سواری شروع کی۔ گھڑ سواری تو ان دنوں روزانہ کا معمول تھا۔ ایک دفعہ مَیں ایک نہایت عمدہ گھوڑی پر سوار تھا جو ٹریفک اور کثرت آمدورفت سے قطعاً نامانوس تھی۔ مَیں سادگی میں اسے سڑک پر لے گیا جونہی ایک بس آئی گھوڑی خوف کے مارے بدک گئی اور دھڑام سے گر گئی۔ خوش قسمتی سے مَیں بس کے نیچے آنے سے تو بچ گیا لیکن اس حادثے کی یاد کے طور پر ایک نشان آج تک میرے بدن پر موجود ہے۔

ہمارا سارا خاندان کھیل کا شوقین تھا۔ ہاکی، فٹ بال، کرکٹ اور ٹیبل ٹینس وہ کھیل تھے جو خصوصیت سے کھیلے جاتے تھے۔ کچھ کھیل ایسے بھی تھے مثال کے



طور پر کبڈی کا کھیل جو کشتی ہی کی ایک شکل ہے۔اس میں دو ٹیمیں ایک دوسرے کو چھونے کی کوشش کرتی ہیں اور یہ کوشش بھی کہ پکڑی نہ جائیں۔ایک اور کھیل بھی تھا جسے ایک طرح کا دیہاتی بیس بال کہا جا سکتا ہے۔‘‘

معصوم اور دلکش یادیں

اوائل عمر میں جب (حضرت مرزا) طاہر احمد کے بچپن کے دن تھے۔ انہیں اپنے ہم عمر دوستوں کے ہمراہ قادیان کے نواح میں گھومنے پھرنے کا بہت شوق تھا۔ ان کے دوست صرف مسلمان بچے ہی نہیں ہوا کرتے تھے۔پاس ہی ہمسایوں میں ایک ہندو خاندان کی رہائش تھی جہاں طاہر میاں اور ان کے ہندو دوستوں نے مل کر لکڑی کے تختے جوڑ کر دونوں گھروں کے درمیان ایک نازک سائپل تعمیر کیا ہوا تھا جس پر سے گزر کر آنے جانے میں آسانی پیدا ہو گئی تھی۔

(حضرت) مولوی ظہور حسین (مرحوم) جو سوویت روس میں جانے والے پہلے احمدی مبلغ تھے۔انہوں نے دو سال تک روس میں قید و بند کی صعوبتیں جھیلی تھیں۔ جہاں انہیں مار پیٹ کے علاوہ طرح طرح کی اذیتیں دی گئی تھیں جن کی وجہ سے ان کی پیٹھ پر اب تک زخموں کے نشان تھے۔ کمسن طاہر اور ان کے ساتھی کبھی کبھی اس بزرگ سے ملنے جاتے اور فرمائش کرتے کہ اپنی کمر کو ننگا کر کے دکھائیں اور یہ بچے پھر ٹکٹکی باندھے ان کے زخموں کو غور سے تکتے رہتے۔ چپ چاپ اور خاموشی سے۔اور دل ہی دل میں سوچا کرتے کہ کیا کبھی ان کے اندر بھی اتنا حوصلہ اور ہمت پیدا ہو گی کہ وہ اس قسم کی سزا کی تاب لا سکیں۔

آپؒ کے ایک ٹیوٹر بیان کرتے ہیں: ’’ننھا طاہر اس عمر میں بھی بڑی توجہ سے قرآن (کریم) کی تلاوت کرتا اور دیکھنے والے کو صاف محسوس ہوتا کہ تلاوت کرتے وقت اسے دلی خوشی اور لذت محسوس ہو رہی ہے۔ ایسی خوشی کہ دیکھنے والا بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اگرچہ ننھا طاہر ایک کم سن بچہ تھا لیکن اس وقت بھی یوں لگتا تھا کہ اگر یہ بچہ دعا کرے تو دعا ضرور قبول ہو گی۔‘‘

پسندیدہ چیز! اللّٰہ

طاری کے مطہر دل میں اس چھوٹی سی عمر میں اپنے اللہ کو پانے کی بے پناہ تڑپ تھی۔ گھر میں ماں باپ نے اللہ تعالیٰ کی محبت گویا گھوٹ گھوٹ کر پلائی تھی۔ محترم ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب بیان فرماتے ہیں: ’’ایک دن حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیر نے اپنے خاص لب ولہجہ کے ساتھ کہ میاں طاہر احمد آپ نے یہ بات نہایت اچھی کہی ہے۔ جس سے میرا دل خوش ہوا ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ مَیں آپ کو کچھ انعام دوں۔ بتلائیں آپ کو کیا چیز پسند ہے تو اس بچہ نے جس کی عمر اس وقت ساڑھے دس سال تھی برجستہ کہا: ’’اللہ‘‘۔ نیر صاحب حیران ہو کر خاموش ہو گئے۔ مَیں نے کہا نیر صاحب! اگر طاقت ہے تو اب میاں طاہر احمد



کی پسندیدہ چیز دیجئے۔ مگر آپ کیا دیں گے اس چیز کے لینے کے لئے تو آپ خود ان کے والد کے قدموں میں بیٹھے ہیں"۔(سیرت تابعین اصحاب احمد۔ جلد سوم صفحہ 163)

دیدار الٰہی

یہ واقعہ محض ایک اتفاق نہیں تھا۔ یہ کسی ماں کا بچہ کو رٹا رٹایا جملہ نہ تھا بلکہ طاہر احمد واقعی اپنے ربّ کی تلاش میں دیوانہ وار کوشش میں مصروف تھے اور آخر آپ اپنی روشن منزل تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:"یہ میری زندگی کا سخت ترین دن تھا۔ ایک کرب اور اضطراب کی کیفیت تھی جو اندر ہی اندر کھائے جا رہی تھی۔ ایک غیر مرئی اور غیر محسوس قوت پر ایمان لانا اور اس پر اپنی ساری زندگی کی نظری اور فکری عمارت تعمیر کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ یہ ایک چیلنج تھا جو در پیش تھا جس نے مجھے شدید خلجان میں مبتلا کر دیا۔ ایک عجیب اذیت ناک کیفیت تھی جس سے میں دو چار تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اصولاً تو خدا کا وجود لازمی ہے لیکن حقیقتاً بھی وہ موجود ہے؟ اور اگر ہے تو کیا مجھے وہ اپنا چہرہ دکھائے گا؟...... "مَیں خدا کے حضور دعا کرتا اور کہتا کہ اے خدا! اگر تو موجود ہے تو مجھے تیری تلاش ہے۔ تو مجھے بتا کہ تو ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مَیں بھٹک جاؤں۔ کیا مجھ پر اس گمراہی کی ذمہ داری تو نہیں ہو گی؟ اور پھر سوچتا کہ شاید ہو بھی۔ پھر مَیں دعا کرتا کہ اے خدا یہ ذمہ داری مجھ پر تو عائد نہیں ہونی چاہیے"۔

آپ کی بے قراریوں کو دیکھ کر خدا تعالیٰ نے نہایت خوبصورت انداز میں آپ کو اپنے وجود کا یقین عطا کیا۔ یہ حیرت انگیز واقعہ آپ کے الفاظ میں اس طرح ہے:"یہ خواب اور بیداری کے درمیان ایک قسم کی نیم غنودگی کی سی کیفیت تھی۔ مَیں نے دیکھا کہ ساری زمین سکڑ کر ایک گیند کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ جس پر دور دور تک کسی جاندار مخلوق کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ نہ زندگی کی چہل پہل ہے نہ ہی شہر ہیں نہ آبادیاں۔ غرضیکہ کچھ بھی تو نہیں۔ بس زمین ہی زمین ہے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اچانک زمین کا ذرہ ذرہ کانپنے لگا ہے اور ایک زناٹے سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے ہمارا خدا ہمارا خدا۔ ایک ایک ذرّہ اپنے وجود کی علت غائی کا بآواز بلند اعلان کر رہا تھا۔ ساری کائنات ایک عجیب قسم کی روشنی سے بھر گئی۔ ایک ایک ذرے اور ایک ایک ایٹم نے ایک سر اور تال کے ساتھ پھیلنا اور سکڑنا شروع کیا۔ مَیں نے محسوس کیا کہ ان کے ہمراہ مَیں بھی یہ الفاظ دوہرا رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں "ہمارا خدا ہمارا خدا"۔

عظیم ماں کا عظیم سپوت

بڑی ہی بے انصافی ہو گی اگر اس خوبصورت واقعہ کے ساتھ میں اس عظیم ماں کا ذکر نہ کیا جائے جس نے اپنی دعاؤں اور اپنی محنتوں اور جدوجہد اور عملی نمونہ سے طاہر احمد کے دل میں محبت الٰہی کی چاٹ لگا دی تھی۔ آپ فرماتے ہیں:





”جب نماز پڑھ لیتا تو مَیں دیکھتا کہ امی کا چہرہ وفور مسرت سے تمتما اٹھا اور مجھے بھی تسکین ہوتی۔ پھر مجھے اکثر کہتیں طاری! قرآن کریم کی بہت عزت کیا کرو“۔(الفضل 14/اپریل 1944ء)

”امی کے یہ الفاظ مجھے کبھی نہ بھولیں گے اور وہ وقت بھی کبھی نہ بھولے گا کہ جب ایک دفعہ امی کی آنکھیں غم سے ڈبڈبائی ہوئی تھیں۔ آنسو چھلکنے کو تیار تھے اور امی نے بھرائی ہوئی آواز میں مجھے کہا طاری! مَیں نے تو خدا تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ اے خدا مجھے ایک لڑکا دے جو نیک اور صالح ہو اور حافظ قرآن“۔

دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ:

”طاہر اگرچہ اپنی والدہ محترمہ کا اکلوتا بیٹا تھا لیکن لاڈ پیار نے نہ تو ضرورت سے زیادہ اسے دباؤ میں رکھا اور نہ بگاڑا۔ اگر ان کی کوئی شدید خواہش تھی تو صرف یہ کہ ان کا اکلوتا بیٹا طاہر بڑا ہو کر اسلام اور احمدیت کے آسمان پر چمکنے والے ستاروں کے جھرمٹ میں ایک درخشاں ستارہ بن کر چمکے۔“

مالی قربانی کا گرانقدر جذبہ

جب حضرت مصلح موعودؓ نے تحریک جدید کی بھرپور تحریک کی تو آپؒ ابھی بچہ تھے لیکن آپؒ کے دل میں اس قدر جوش پیدا ہوا کہ اپنی طاقت سے بڑھ کر وعدہ لکھوادیا۔ جو 5 یا 10 روپے تھا۔ ان دنوں آپ کا سالانہ جیب خرچ پانچ روپے سے بھی کم تھا۔ آپ کے اس پاکیزہ جذبہ کی قدر کرتے ہوئے آپ کی والدہ محترمہ نے باوجود مالی تنگی کے خود ہی جیب خرچ میں اضافہ کردیا تاکہ آپ مالی قربانی کے وعدہ کو پورا کرسکیں۔ آپ نے اپنی والدہ کے اس احسان کو ہمیشہ یاد رکھا۔ فرماتے ہیں: ”میں سمجھتا ہوں کہ والدہ محترمہ نے جو عظیم احسانات ہم پر کئے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے ہمیں اپنے پاس سے کچھ دینے کے عمل اور اس کی لذت سے روشناس کرادیا اور قربانی کے اس عمل میں شرکت کا موقع بہم پہنچایا۔ بچپن کے اس تجربہ کی برکت تھی کہ ہمارے اندر قربانی اور ایثار کا جذبہ پیدا ہوگیا اور ذرا بڑے ہوئے تو ہمارے اندر ایثار اور قربانی کی یہ صلاحیت پروان چڑھ چکی تھی اور ہم انشراح صدر اور دلی خوشی کے ساتھ قربانی کے لئے اپنے آپ کو آمادہ پاتے تھے“۔

آپ کا تمام تر خاندان دین حق اور احمدیت کے لئے مسلسل جانی و مالی قربانیاں کر رہا تھا۔ اس دور میں بعض اوقات گھر میں انتہائی سادہ سالن روٹی پکتی۔ کبھی محض ٹینڈوں اور کدوے شوربہ میں مزید پانی ڈال کر لمبا کرلیا جاتا جس کا کھانا خاص طور پر بچوں پر بڑا گراں گزرتا۔ یہی حال کپڑوں کا تھا۔ پہننے کے جوڑے تعداد میں بہت کم تھے۔ ایک دفعہ طاہر احمد کو شلوار کے اوپر بغیر قمیص کے محض اچکن پہن کر سکول جانا پڑا۔ قربانیوں کا یہ دور طاہر نے اپنے تمام بزرگوں کے ساتھ مل





کر نہایت استقلال اور صبر سے گزارا۔ ان مخلصانہ قربانیوں نے آپؒ کے اندر بے شمار اعلیٰ صفات پیدا کر دیں۔

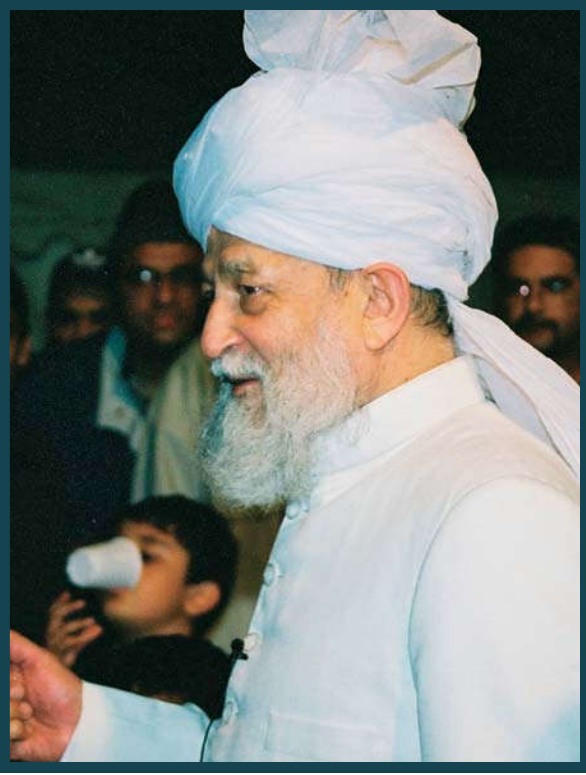
والدہ کی خدمت اور ان کی وفات پر صبر

اپنی والدہ کی لمبی بیماری کے دوران آپؒ نے جس طرح راتوں کو اٹھ اٹھ کر والدہ کی خدمت کی وہ تمام احمدی بچوں کیلئے ایک قابل رشک نمونہ ہے۔ امتحانات قریب ہونے کے باوجود آپ اپنی ماں کی تکلیف دہ آواز سن کر بار بار اپنی کتابوں کو ایک طرف پھینک کر ماں کو رات دیر تک دبایا کرتے۔ افسوس کہ وہ عظیم ماں زیادہ دیر زندہ نہ رہ سکیں اور جس ہیرے کو انہوں نے بڑی قربانیوں سے تراشا تھا، اس کو اپنی زندگی میں پوری طرح چمکتے ہوئے نہ دیکھ سکیں۔ والدہ کی بے وقت وفات کا صدمہ آپؒ کیلئے کسی قیامت خیز حادثہ سے کم نہ تھا مگر سب کچھ کمال صبر سے برداشت کیا۔

اگرچہ ماں کی وفات کا غم تو بے انتہا تھا مگر اس کا اظہار کیسے کیا۔ محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب فرماتے ہیں:

"میری چشم تصور دیکھ رہی ہے کہ ایک چھوٹا سا بچہ مسجد مبارک سے ملحقہ ایک کمرہ میں کھڑا ہے۔ مسجد بھر جائے تو نمازی یہاں بھی آجاتے ہیں۔ نماز ہو رہی ہے۔ یہ نو عمر نمازی اپنے رب کے دربار میں بڑے ہی خشوع و خضوع سے دست بدعا ہے۔ شدت غم سے چشم پُر آب ہے۔ اپنے خالق سے کوئی التجا کر رہا ہے مَیں یہ نظارہ بھلاؤں بھی تو نہیں بھول سکتا۔ چھیالیس برس ہونے کو آئے یوں لگتا ہے جیسے یہ کل کی بات ہو۔ سوچتا ہوں اس بچے کے اخلاص اور درد اور غم کوئی ایسی سچائی اور غیر معمولی صداقت ضرور جگمگا رہی ہوگی جس کی وجہ سے مَیں یہ دلکش نظارہ ایک لمحے کے لئے بھی ذہن سے محو نہیں کر سکا"۔

اللّٰہ تعالیٰ حضورؒ کی پاکیزہ روح پر اُس سے بہت بڑھ کر اپنے پیار کی نظر ڈالتا رہے اور آپؒ کے درجات کو بلند تر فرماتا چلا جائے جس محبت اور درد کے ساتھ آپؒ بنی نوع انسان پر شفقت کی نظر ڈالتے تھے اور انسانیت کی خدمت میں ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے۔



حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے بیان فرمودہ

کچھ لطیفے اور مزاحیہ واقعات

(مرسلہ: خواجہ رشیدالدین قمر)

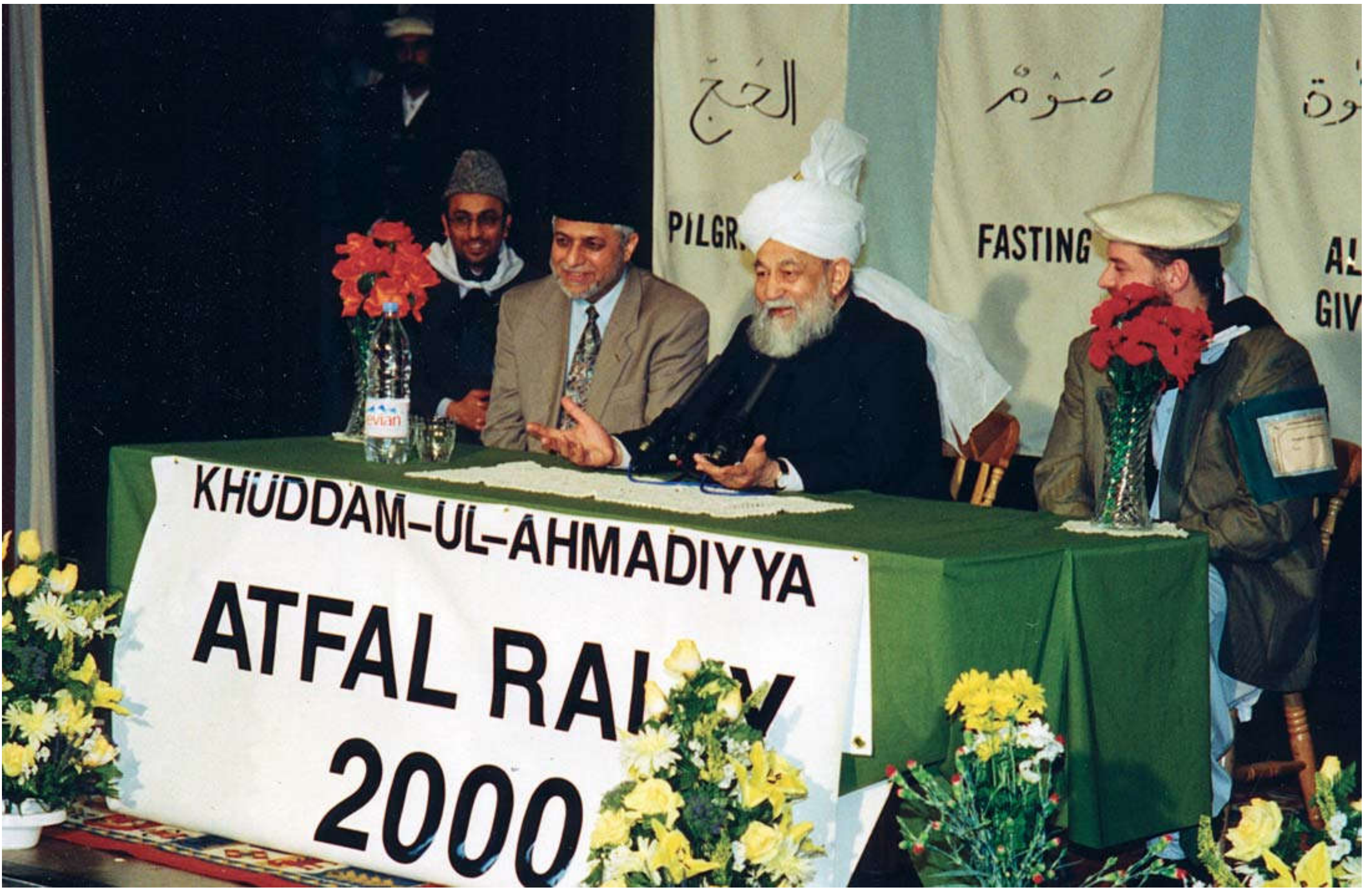
حضرت خلیفۃالمسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے مختلف مواقع پر بعض لطائف اور دلچسپ واقعات بھی بیان فرمائے۔ ان میں سے انتخاب ذیل میں ہدیۂ قارئین ہے:

☆ ایک لطیفہ حضورؒ نے سنایا تھا کہ ایک شخص بیرون ملک سفر پر جارہا تھا تو اُس نے اپنے ایک رشتہ دار سے کہا کہ جب تک مَیں باہر ہوں میرے کتے کو اپنے پاس رکھ لو۔ اُس نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ کئی ماہ گزر گئے تو ایک دن اس کو خیال آیا کہ فون کر کے پتہ کروں کہ کتّے کا کیا حال ہے؟ چنانچہ اُس نے اپنے رشتہ دار کو فون کیا اور پوچھا کہ کتّے کا کیا حال ہے؟ اُس نے فوراً جواب دیا کہ وہ تو مر گیا ہے۔ یہ سُن کر اُس شخص کو سخت دھچکہ سا لگا۔ کہنے لگا کہ تم نے اتنی بُری خبر اتنی تیزی میں کیوں دیدی، آہستہ آہستہ خبر دینی تھی۔ اُس نے پوچھا کہ تم ہی بتاؤ کہ مَیں یہ تمہیں کیسے خبر دیتا؟ اُس نے جواب دیا تم پہلے یہ بتاتے کہ کتا چھت پر چڑھ گیا تھا۔ وہاں سے بدقسمتی سے گر پڑا اور زخمی ہو گیا تھا۔ اس کا علاج ہو رہا ہے۔ اگلے دن فون کرتا تو بتاتے کہ اس کی حالت بہت نازک ہے۔ لیکن بہرحال اُس کا علاج ہو رہا ہے۔ اُس سے اگلے دن بتاتے کہ افسوس ہے کتّے کا جو علاج ہو سکتا تھا کیا مگر وہ مر گیا ہے۔ اُس نے کہا کہ اچھا آئندہ ایسا ہی کرونگا۔

کچھ عرصہ اس کے بعد گزر گیا اور پھر ایک دن اُسے خیال آیا کہ پتہ کروں کہ اس کے عزیز رشتہ داروں کا کیا حال ہے؟ چنانچہ اُس نے فون کیا اور پوچھا کہ والدہ صاحبہ کا کیا حال ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ وہ چھت پر چڑھ گئی ہیں!

☆ حضور اقدس نے ایک موقعہ پر سیر کے دوران جھیل پر یہ لطیفہ سنایا کہ ایک مولوی صاحب کسی گاؤں میں رہتے تھے اور لوگ اُن سے تاریخ پوچھا کرتے تھے کہ آج کیا تاریخ ہے۔ کیونکہ انہوں نے کچہری جانا ہوتا تھا یا اور کوئی اسی قسم کا ضروری کام ہوتا تھا۔ مولوی صاحب نے تاریخ معلوم کرنے کا یہ طریق اختیار کیا ہوا تھا کہ وہ روزانہ ایک گھڑے میں (جو عموماً تو پانی رکھنے کے لئے استعمال ہوتا ہے) ایک کنکر ڈال دیتے تھے۔ جب کوئی تاریخ پوچھتا تو کنکر گن کر بتا دیتے کہ آج یہ تاریخ ہے۔ بہت عرصہ وہ اس طریق سے لوگوں کو تاریخ بتاتے رہے۔ مولوی صاحب کے پاس بچے بھی پڑھنے آتے تھے۔ اُن کو علم ہو گیا کہ مولوی صاحب تاریخ معلوم کرنے کے لئے کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ بچوں نے ایک دن شرارت کی اور گھڑے کو پتھروں سے بھر دیا۔ اس کے بعد جب ایک شخص تاریخ پوچھنے آیا کیونکہ اُس نے کچہری جانا تھا۔ تو مولوی صاحب یہ کہہ کر اندر گئے کہ معلوم کر کے ابھی آتا ہوں۔ لیکن کافی دیر تک وہ واپس نہ آئے اور جب وہ واپس آئے تو کہا کہ آج تاریخ 760 ہے۔ وہ شخص یہ سن کر بہت حیران ہوا اور کہنے لگا کہ مولوی صاحب خدا کا خوف کریں، تاریخ 760 کیسے ہو سکتی ہے۔ مہینہ میں 31 دن سے زیادہ تو ہوتے ہی نہیں۔ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ خدا کا خوف ہے تو 760 بتایا ہے۔ ورنہ تو ایک ہزار سے زائد تھی۔

☆ ایک واقعہ حضور اقدسؒ نے ایک موقعہ پر سنایا کہ کراچی (پاکستان) کے سمندر پر لوگ سیر کرنے جاتے ہیں تو ان کی تفریح کے لئے وہاں اونٹ موجود ہوتے ہیں جن پر سوار ہو کر لوگ سمندر کے کنارے پر سیر کرتے ہیں۔ ایک دفعہ دو بچے سیر کی خاطر اونٹ پر بیٹھے۔ ظاہر ہے کہ جب اونٹ بیٹھے ہوتے ہیں تو لوگ اُن پر بیٹھ جاتے ہیں تب اونٹ اُٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اونٹ کا مالک اس کو رسی



کے ساتھ لے کر پھرتا ہے اور لوگوں کو سیر کراتا ہے۔ تو یہ دو بچے اس طرح بیٹھے کہ ایک کوہان سے آگے اور دوسرا کوہان سے پیچھے بیٹھا۔ اونٹ کے مالک نے بچوں کو کہا کہ اونٹ کو اچھی طرح پکڑ لیں اور اونٹ جب اٹھنے لگا تو پہلے اونٹ نے پچھلی ٹانگیں سیدھی کیں تو اگلے بچے نے شاید اچھی طرح اونٹ کو پکڑا نہیں ہوا تھا وہ اونٹ سے آگے گر پڑا۔ یہ دیکھ کر پچھلا بچہ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ ابھی وہ ہنس ہی رہا تھا کہ اونٹ نے اپنی اگلی ٹانگیں سیدھی کیں تو پچھلا بچہ بھی پیچھے کی طرف گر گیا اور اس کی ہنسی بھی ساتھ ہی بند ہو گئی۔

☆ ایک لطیفہ حضور اقدس نے ایک موقعہ پر بیان فرمایا کہ ایک میراثی کو کسی نے بتایا تھا کہ میکائیل رزق کا فرشتہ ہے۔ میراثی بہت غریب آدمی تھا سوچنے لگا کہ اگر کبھی میکائیل فرشتہ سے ملاقات ہو جائے تو مَیں رزق میں فراخی کے لئے درخواست کروں۔ چنانچہ میراثی نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنی شروع کر دی کہ یاالٰہی مجھے میکائیل سے ملا دے، باقی بات مَیں خود کر لوں گا۔ وہ کافی عرصہ یہ دعا کرتا رہا اور آخر ایک دن اس کو ایک فرشتہ نظر آیا مگر وہ میکائیل کی بجائے عزرائیل فرشتہ تھا۔ میراثی نے کہا کہ مَیں نے تو میکائیل فرشتہ سے ملنے کی دعا کی تھی مگر عزرائیل فرشتہ آ گیا ہے۔ تو فرشتہ نے جواب دیا کہ تمہیں کیا فرق پڑتا ہے کہ کونسا فرشتہ آ گیا ہے۔ تمہیں تو رزق چاہیے اس کا مَیں تمہیں طریق بتا دیتا ہوں۔

چنانچہ میراثی نے درخواست کی کہ بتائیں۔ فرشتہ نے میراثی کو کہا کہ تم حکیم بن جاؤ اور جب تم کسی مریض کو دیکھو گے تو مَیں بھی وہاں آ جاؤں گا اور اگر تو مَیں مریض کے پاؤں کی طرف کھڑا ہوا تو وہ مریض شفا پا جائے گا اور تم مریض کو اور اس کے رشتہ داروں کو بتا دینا کہ فکر نہ کرو انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا۔ اور اگر مَیں مریض کے سرہانے کی طرف کھڑا ہوں گا تو سمجھ لینا کہ وہ نہیں بچے گا۔

چنانچہ میراثی نے اعلان کر دیا کہ وہ حکیم بن گیا ہے اور مریضوں کے لئے اس سے دوائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس طرح مریض اُس کے پاس علاج کی خاطر آنے شروع ہو گئے اور اس نے اُن کا علاج کرنا شروع کر دیا۔ اور اگر عزرائیل فرشتہ مریض کے پاؤں کی طرف کھڑا ہوتا تو وہ بڑے یقین کے ساتھ مریض اور اس کے رشتہ داروں کو کہہ دیتا کہ فکر نہ کرو، یہ دوائی کھا لو تو انشاء اللہ تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ اور وہ مریض ٹھیک ہو جاتے تھے۔ اس طرح آہستہ آہستہ اس کی خوب شہرت پھیلنے لگی اور بہت دور دور سے بھی اس کے پاس علاج کی غرض سے لوگ آنے لگے اور خوب آمد ہونے لگی۔

ایک دفعہ گاؤں کا بہت بڑا آدمی جو بہت مالدار تھا وہ بیمار ہو گیا۔ اور سب علاج کروا لئے مگر ٹھیک نہیں ہوتا تھا۔ اور بہت زیادہ بیمار تھا اور بہت تنگ پڑا ہوا تھا۔ کسی نے کہا کہ فلاں نیا حکیم بھی ہے اس کا علاج بھی کر دیکھیں۔ تو مریض نے



کہا کہ ہاں اس کو بھی بلالو۔ چنانچہ اس کو بلایا گیا۔ وہ آگیا۔ جب وہ مریض کے بستر کے پاس کھڑا تھا تو اُس نے دیکھا عزرائیل مریض کے پاؤں کی طرف کھڑا ہے۔ چنانچہ حکیم نے مریض کو کہا کہ یہ پڑیا دوائی کی کھالیں۔ ایک دو دن میں انشاء اللہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ فکر نہ کریں۔ چنانچہ وہ مریض ایک دو دن میں صحت یاب ہو گیا۔ اور اس کے بعد تو اس کی شہرت خوب پھیل گئی اور امیر لوگ بھی اس سے علاج کروانے لگے۔ اور اس کی بہت آمدنی ہو گئی۔ اور اس نے بہت سی کوٹھیاں اور محلات اپنے لئے تعمیر کروائے اور خوش خوش رہنے لگا۔ کیونکہ وہ اب بہت امیر ہو گیا تھا اور غربت جاتی رہی۔ اس طرح ایک عرصہ گزر گیا۔

ایک دن عجیب ماجرا گزرا کہ وہ لیٹا ہوا تھا کہ اُس نے عزرائیل فرشتہ کو دیکھا کہ وہ اس کے بستر کے پاس کھڑا ہے مگر سرہانے کی طرف۔ وہ یہ دیکھ کر بہت گھبرایا اور جلدی سے اپنا سر دوسری طرف کر لیا۔ اس پر عزرائیل فرشتہ پھر اس کے سرہانے کی طرف آگیا۔ لیکن میراثی نے جلدی سے پہلی طرف اپنا سر کر لیا اور ساتھ ہی فرشتہ بھی پہلی طرف آگیا۔ اس کے بعد تو دیکھنے والوں کے لئے ایک عجیب تماشا نظر آنے لگا کہ میراثی بار بار اپنے سر کا رُخ بدل رہا ہے۔ لوگوں کو فرشتہ تو نظر نہیں آتا تھا۔ جب میراثی کے بیٹوں نے یہ دیکھا تو سمجھے کہ اُن کے باپ کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ میراثی کو سب نے مل کر میراثی کو پکڑ کر رسیوں کے ساتھ بستر سے باندھ دیا۔ اس پر وہ بے بس ہو گیا اور عزرائیل فرشتہ سے کہنے لگا کہ تم سے تو مَیں نے نہیں مرنا تھا، مجھے میرے اپنے لڑکوں نے مروادیا۔

☆ ایک موقعہ پر حضور اقدس نے یہ واقعہ سنایا تھا جامعہ احمدیہ ربوہ (پاکستان) میں طالبعلمی کے زمانہ میں طالب علموں کا ایک گروپ 35 میل پیدل سفر پر گیا جس میں حضرت اقدس بھی شامل تھے۔ جب یہ 35 میل پیدل سفر کر کے واپس ربوہ پہنچے تو عشاء کی نماز کا وقت تھا۔ پورے گروپ نے نماز باجماعت پڑھنی شروع کی۔ پہلی رکعت تو ٹھیک پڑھی لیکن جونہی سجدہ میں گئے۔ تو پیدل سفر کی تھکاوٹ اتنی زیادہ تھی کہ سجدہ میں ہی سب لوگ سوگئے۔ ساری رات سوئے رہے۔ جب صبح کی نماز کا وقت ہوا تو سب سے پہلے حضور اقدس کی آنکھ کھلی۔ پھر آپ نے سب کو نماز کے لئے جگادیا۔